

حضرت  
ابودر بن عقیق شاری

عقیدتہ

تالیف: عبدالحمید جودۃ السحلا

ترجمہ: عبدالصمد صلام الازہری

مکتبہ جدیدہ لاہور

جملہ حقوق محفوظ

میری لائبریری میں پہلی مرتبہ: ۶۶۱

ناشر: رشید اگلا چودھری لاہور

طابع، نقوش پریس، لاہور

۱۰۱۹۶  
۱۰۱۹۶  
۱۰۱۹۶  
۱۰۱۹۶

DATA ENTERED

ترتیب

۱. مقدمہ از حسن البنا ، ۷
۲. شعاع نور ، ۹
۳. طلوع سحر ، ۲۴
۴. بانسری سدا تہمین کجی ، ۳۹
۵. مدینہ میں السلام ، ۴۴
۶. عقبار کو خدا بخشے ، ۵۰
۷. مدینہ کی طرف روانگی ، ۵۳
۸. اصحاب صفہ ، ۵۶
۹. نصیحت ، ۶۰
۱۰. جانب مکہ ، ۶۷
۱۱. ابو ذریٰ ہو ، ۷۳
۱۲. البقیع ، ۸۲
۱۳. ابو بکر ، ۱۰۰

تفضل فتنہ ، ۱۰۷

محدث البور ، ۱۱۴

سرکش ، ۱۱۹

اشتراکی ، ۱۲۳

بغاوت ، ۱۳۱

ولیں نکالنا ، ۱۳۴

زبدہ میں ، ۱۵۰

دارالبقاء کی طرف ، ۱۵۴

اسلام میں اشتراکیت ، ۱۶۱

## مقدمہ

الحمد لله وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم  
 آزادانہ ریسرچ کرنے والوں کے لیے اب اس امر میں کوئی شک کی گنجائش نہیں  
 رہی ہے کہ اسلام ایسے بلند مقاصد پر مشتمل ہے جو مختلف طبقات میں پوری طرح عدل و  
 انصاف قائم رکھ سکتے ہیں اور نظام کو اچھی طرح باقی رکھ سکتے ہیں۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ انسانی عقل جس قدر ترقی کرتی جاتی ہے اور حقیقی زندگی کی  
 پوشیدہ ترین باتوں کو سمجھتی جاتی ہے اور نئی نئی مشکلات کے حل کرنے کی طرف توجہ دیتی  
 ہے، ہم مسلمان اس کے ان نئے نئے حل و عقد کو دیکھ دیکھ کر اپنے ماضی کی طرف دیکھنے  
 لگتے ہیں جو اپنے اندر سب کچھ رکھتا اور جس کے تصور سے ایک مردِ مومن میں حیاتِ تازہ پیدا  
 ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھلائیاں جو موجودہ اصلاحات میں کہیں کہیں نظر آتی ہیں، دراصل ہماری  
 ہی میراث سے ہیں جو ہمیں ہمارے عظیم الشان دین نے عطا کی ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلْبَسُوْا لِيْسَانِكُمْ  
 حِلْمًا وَّكُنْ لِّرِجَالِكُم مِّثْلَ الَّذِيْ  
 كُنْتُمْ لِرِجَالِكُمْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ  
 اللّٰهُ لَكُمُ الْآيٰتِ الْكُرْبٰى لَعَلَّكُمْ  
 تَتَّقُوْنَ

یہ دین ہے مضبوط مگر اکثر لوگ  
 نہیں جانتے۔

اس رسالہ میں ناظرین کے سامنے ایک دقیق علمی بحث پیش کی گئی ہے جو اسلامی

اشتراکیت پر مبنی ہے اور اس حقیقت کو صدق و انصاف کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ موجود  
اشتراک کی ناپیدگی بھی بحث کی ہے جس سے ان کی بھلائیاں اور برائیاں واضح ہوتی ہیں  
اور یورپین افکار کی کوتاہیاں و اشکاف ہوتی ہیں۔

زیادہ قابل توجہ یہ امر ہے کہ اسلام کسی عام یا خاص ملکیت کو باطل نہیں کرتا بلکہ صرف  
ایک جانب میں ثروت کے جمع ہونے کو روکتا ہے۔ دوسری جانب بالکل تنگی ہو  
اسلام امیر و فقیر میں کوئی خاص امتیاز بھی نہیں چاہتا جیسا کہ عسکرت نے اس امر  
کو قرآن، سنت اور خلفائے راشدین کے طرز عمل سے ثابت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصیصہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے تو یہ بات بہت  
ہی واضح ہو جاتی ہے، مولف نے بڑی کوشش سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے اور آپ کے  
ایمانِ خالص، مجاہدانہ زندگی، نصیحتِ دینی، محبتِ جمہور اور نظریات کو خوب واضح کیا ہے۔  
اور بتایا ہے کہ جبکہ قوم میں عیش پرستی عام ہو گئی تھی تو ابو ذر نے کیا موقف اختیار کیا تھا اور  
اس سلسلہ میں کیا کچھ جدوجہد کی تھی۔

کاش ہمارے متمدن نوجوان اس طرف متوجہ ہوں۔ میں مولف کو ان کی اس پاکیزہ  
تالیف پر مبارکباد دیتا ہوں حقیقت یہ ہے کہ اطفال نے ان رنگ رنگ بحثوں میں بڑی  
کاوش کی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین ان کے خیالات سے متاثر ہوں گے۔

حسن البنا  
مرشد عام۔ انخوان المسلمین

## شُعَابِ نُور

قبیلہ غفار کے سردار مشورے کے لیے جمع ہوئے کہ کیا کیا جائے کیونکہ بارش  
 ۳۰ صدمہ سے نہیں ہوتی تھی۔ لہذا تنگی، تکلیف کا دور دورہ تھا، جانور ڈبے ہو گئے تھے اور  
 ذخیرے ختم ہو گئے تھے، لوگ آپس میں کہنے لگے کیا بات ہمارا معبود منات ہم سے  
 کیوں ناراض ہو گیا ہے حالانکہ ہم نے اس سے بارش کی دعائیں مانگیں۔ قریشی وقت  
 کے لیے اونٹ ذبح کیے اور سب کچھ کیا، اب تو بارش کا زمانہ بھی ختم ہو گیا، آسمان  
 پر بادل کا ایک بھی ٹکڑا نہیں، بدلی کا نام و نشان نہیں، نہ آسمان اب کے سمے برسائے نہ  
 گریا، نہ بوند باندی ہوتی، سارا سال عاصف گذر گیا کہ مطلع بھی غبار آلود نہ ہوا۔  
 کیا خیال ہے کیا ہم گمراہ ہو گئے ہیں کہ غضبِ خداوندی نازل ہو گیا ہے مگر وہ کیوں  
 ناراض ہونے لگا جبکہ ہم نے اس کی خوشنودی کے لیے خوب خوب خون بہائے ہے  
 لوگ عجز و خویش کرنے لگے اور آپس میں تباہ کن خیالات کرنے لگے۔ مگر آسمانی اور  
 کے بارے میں انسان کیا کر سکتا ہے؟ کون بادل لائے گا ہے اور کون آسمان سے  
 پانی اتار سکتا ہے کہ زمین پھر سے زندہ ہو جائے؟ یہ کام تو بس ان کا معبود منات  
 ہی کر سکتا ہے، لہذا اب ہمارے لیے سوائے اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ

کہ ہم سب مرد و زن، حج کے لیے رستے پھرتے گھر گھومتے نکلیں اور منات سے  
معافی لچھیں شاید وہ معاف کر دے اور ایسی بھاری بھاری بدلیاں بھیج دے جو زمین  
کو اس کے مرے پیچھے زندہ کر دیں اور اس طرح تنگی خوشحالی سے تکلیف راحت سے  
اور سختی نرمی سے بدل جائے۔

پورا قبیلہ منات تک پہنچنے کی تیاری کرنے لگا۔ سوتے بیدار ہو گئے اور کچا ووں کو  
کنے لگے۔ انیس بھی انہی اونٹنی پر سوار ہوا اور اسے ہنکا دیا، اونٹنی قافلہ سے ملنے کے لیے  
ساحل سمندر کی طرف مشتعل و قدید کی جانب چلی جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے اور  
جہاں منات نصب ہے۔ انیس نے ادھر ادھر دیکھا تو اپنے بھائی ابوذر کو نہ پایا، اس نے  
اونٹنی بٹھائی اور گھر کی طرف دوڑا۔ جناب اجندب اجندب کہتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا، دیکھا  
کہ جناب مزے میں لیٹا ہے تو اس سے کہنے لگا:

”کیا تجھے منادی کی آواز نہیں پہنچی، کہ ”سفر کے لیے نکلو!“

”ہاں، مگر کیا کروں میرا جسم بوجھل ہے اور میں منات کے حج کے لیے جانا بھی

نہیں چاہتا۔“

”ارے خاموش، خدا سے استغفار کر، کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ خدا تیری

بات سن لے اور تجھ پر عذاب نازل کر دے؟“

”کیا تو خیال کرتا ہے کہ وہ ہماری آواز سنتا ہے اور ہمیں دیکھتا ہے؟“

”آج تجھے کیا ہو گیا ہے، کیا تجھ پر کوئی جن سوار ہے یا بیماری لگ گئی ہے؟ حل

تو بہ کر شاید وہ تیری توبہ کو قبول کرے؟“

ابوذر بستر پر لوٹنے لگے تو ان کا بھائی بولا:



”اے اٹھ! اٹھ! قافلہ روانہ ہو گیا اور قوم روانہ ہو چکی“

وہ آپ کے پیچھے پڑا جانتی کہ آپ اس کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں اپنی اونٹنی پر سوار ہو گیا اور ابو ذر بھی سوار ہو گئے، تب انہیں اپنے بھائی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا:

”خبردار جو تو نے اپنی رائے کا اظہار کیا، نہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ منات کی ناراضی کا سبب تو یہی ہے اور بارش تیری ہی وجہ سے نہیں برسی لہذا تجھے ستانے لگیں گے“

انہیں اپنے بھائی کو منات کے فضائل و احسانات بتانے لگا مگر ابو ذر بے رغبتی سے سن رہے تھے وہ کسی گہری فکر میں تھے۔

چند دنوں کے بعد قافلہ منات پر پہنچا لوگ اترے، روئے اگڑ گڑاٹے اور قربانیاں دیں، سرخ سرخ خون چاروں طرف بہنے لگا جسے منات پسند کرتا تھا، ابو ذر دیکھ رہے تھے کہ کیا ہوتا ہے۔ وہ کبھی اپنی قوم کی طرف اور کبھی منات کی طرف دیکھتے، اپنی قوم کی سادگی پر تعجب کرتے اور اس خاموش معبود پر بھی تعجب کرتے جسے کچھ بھی شعور نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے، نہ وہ ان عاجزی بھری دعاؤں کو سن رہا تھا جو گرم گرم دلوں سے نکل رہی تھیں تو وہ کیسے ان کی دعائیں سن سکتا اور کیسے ان کے مقصد کو پورا کر سکتا؟

رات چھا گئی اور منات اور اس کے بندوں پر تاریکی سا بھگن ہو گئی، اندھیرے نے ساری واوی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر چیز پر پردہ ڈال دیا جیسا کہ سوائے آسمانی ستاروں کے ہر چیز نظروں سے اوجھل ہو گئی یا کہیں کہیں وہ بھی ہوتی آگ چمک رہی تھی

جو قوم نے اپنے ارد گرد جلائی تھی اور جس کے گرد قصہ گو یوں کے حلقے تھے، اب ذرا  
 ایک ایسے حلقہ کی طرف گئے جہاں قبیلے کے معمر لوگ جمع تھے، وہاں معبودوں اور  
 ان کی عظمتوں کے تذکرے ہو رہے تھے، کوئی منات کا ذکر نہ رہا تھا تو کوئی فلس کہا،  
 کوئی خدا کی بیٹیوں لات اور عزیٰ کا اور ان کی شفاعت کا۔

— ایک شخص سعید بن کا ذکر کرنے لگا اور اس کی عظمت کا بیان کرنے لگا تو دوسرا

بولتا:

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک شخص نے سعید کو گالی دی ہے؟  
 سب بڑے تعجب سے کہا، ”نہیں، اور کیا کہا ہے؟“

ایک شخص مکان سے آیا تاکہ سعید بن سے برکت حاصل کرے، جب اس کا  
 اونٹ قریب گیا تو بدک گیا اور بھاگ گیا تو اس شخص نے اٹھا کر سعید کے ایک پتھر مارا

اور کہا:

”اے معبود! خدا تجھ میں برکت نہ دے تو نے میرے اونٹ کو بدکادیا“

پھر وہ اونٹ کی تلاش میں نکلا اور اسے پکڑ لیا پھر یہ شعر پڑھتا ہوا لوٹا

اتینا الی سعد لیجمع شملنا      فشتا سعد فلا نحن من سعد  
 وهل سعد الا صحرة بتوخته      من الارض لا یدعی لعی ولا رشدا

ہم سعد کے پاس آئے کہ وہ ہمارے پتھرے ہوؤں کو جمع کر دے۔ مگر اس نے  
 تو قرین ڈال دی، ہم سعد کے قائل نہیں۔ سعد ایک پتھر ہے جو پہاڑ میں کھڑا  
 ہے، نہ ہدایت کر سکتا ہے نہ گمراہ۔

تو ایک شخص بولا:

”بجلا وہ کاخر ہو گیا، اور اس کا انجام کیا ہوا؟“  
 خبر دینے والا بولا: ”کچھ بھی نہیں۔“  
 پھر کیا تھا بھوں نے خاموشی سے گورنر جھبکا لیں مگر ابو ذر کا دل اطمینان سے  
 بھر گیا۔

پھر لوگ بتوں کی باتیں کرنے لگے تو ایک قصہ گو بولا:  
 ”کیا تمہیں پتا ہے کہ عدی بن حاتم فلس کی عبادت سے انکار کرتا تھا اور بتوں  
 کی پوجا کا قائل نہیں تھا اور نصرائی ہو گیا تھا؟“  
 ”سب بولے، نہیں، اور پھر کیا ہوا؟“  
 وہ شخص بولا:

”عینی بن فلس کا پجاری تھا وہ بنو کلب کے قبیلے بنو علیم کی ایک عورت کی اونٹنی  
 لے گیا، وہ عورت مالک بن کلثوم کی پڑوسن تھی۔ پجاری نے وہ اونٹنی فلس کے سامنے  
 جا کر باندھ دی، وہ عورت مالک کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ میری اونٹنی فلس کا پجاری  
 لے گیا ہے۔ مالک گھوڑے کی منگی پشت پر نیزہ لے کر فوراً اس کے پیچھے گیا تو اس  
 نے دیکھا کہ فلس کے سامنے اونٹنی بندھی ہے، مالک نے پجاری سے کہا اونٹنی کو چھوڑ  
 دے، پجاری نے کہا ”کیا تو اپنے معبود فلس سے بد عہدی کرے گا؟“ تو مالک نے  
 نیزہ اس کی طرف بڑھایا، اس نے اونٹنی کھول دی، مالک لے کر چلا آیا، تب پجاری  
 فلس کی طرف متوجہ ہو کر مالک کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا:

یارب ان مالک بن کلثوم      اخضرک الیوم یناب علکوم

و کنت قبل الیوم غیر معشوم

”اے مصیوب مالک بن گلشوم نے ایک حسین نوجوان اور نئی تہ سے چھین لی۔

اس سے پہلے تو تھوڑے کسی کو ظلم کی جرأت نہیں ہوتی تھی“

بجاری چاہتا تھا کہ مالک پر عذاب نازل ہو، عدی بن عاتم بیٹھا تھا، اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے اُس نے کہا:

”دیکھنا مالک کو کیا ہوتا ہے؟ کئی دن گزر گئے جب کچھ بھی نہ ہوا تو عدی نے

اس کی پوجا چھوڑ دی اور تمام بتوں کی پوجا ترک کر دی اور نصرانی بن گیا۔

لوگوں نے دوبارہ گروہ نہیں جھکالیں، تاریکی اُن پر مسلط ہو گئی، ابو ذر نے اپنے

دل میں ایک گونا گویا محسوس کیا اور یہ بات اُن کے دل میں اس طرح اثر انداز

ہوئی جیسے سخت پیاسے کو پانی مل گیا ہو۔

قصہ گوئیوں کی ٹولیاں ٹوٹ گئیں اور وہ منات کے ارد گرد سو گئے، نیند کا

دور دورہ ہو گیا اور سب کی آنکھ لگ گئی، سب گہری نیند سو رہے تھے مگر ابو ذر جاگ

رہے تھے، آپ نے اپنے دو ذہن ہاتھ سینے سے لگائے، آسمان میں نظر میں سما

دیں اور قوم کے سنائے ہوئے قصوں پر غم کرنے لگے، آپ نے اپنے دل کو احصا کر اور

ان کی قدرت کا منکر پایا اور کہنے لگے:

”منات ایک پتھر ہی تو ہے جو نہ ہدایت دے سکتا ہے نہ گمراہ کر سکتا ہے۔“

انہیں کچھ خیال آیا، اہستہ سے اُٹھے اور منات تک جا پہنچے۔ اسے دیکھا تو وہ

بالکل خاموش کھڑا تھا، اسے کچھ بھی احساس نہ تھا، نہ وہ کچھ سن رہا تھا، نہ دیکھ رہا تھا،

آپ جھکے ایک پتھر اٹھایا اور اس پر دے مارا، دیکھا تو وہ جسٹ سابق خاموش تھا

تو کہنے لگے:

”تو عاجز ہے، قادر نہیں، مخلوق ہے خالق نہیں، نہ تجھ میں طاقت ہے نہ قوت  
 تو عبادت کے لائق نہیں ہے۔ لوگ کیوں تجھ پر قربانیاں چڑھاتے ہیں اور جانور ذبح  
 کرتے ہیں؟ بیشک میری قوم سخت گمراہی میں ہے۔“  
 آپ آہستہ آہستہ اکرلیٹ گئے بالکل سکون و اطمینان کے ساتھ اور گہری نیند  
 سو گئے۔

جب صبح ہوئی، سورج اپنے پردے سے نکلا، ہر طرف تیز نور پھیل گیا تو منات  
 کے پجاری بیدار ہوئے، ان میں حرکت پیدا ہوئی مگر منات ساکن و عمامت کھڑا تھا،  
 اپنی جگہ پر بالکل بے حس، وہ نہ کچھ دیکھتا تھا نہ سنتا تھا، لوگ اس کے ارد گرد طواف  
 کرنے لگے تاکہ رونا لگی سے پیشتر برکت حاصل کریں مگر ابو ذر اٹھے اونٹنی پر سوار ہوئے  
 غور و خور کرنے لگے اور آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگے کہ کیسے اتنا بلند ہو گیا  
 اور کس نے اسے بنایا؟ وہ سورج کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگے جیسے کسی نئی چیز کو  
 دیکھ رہے ہیں، غور سے دیکھا تو اسے فضا کے آسمانی میں تیرتے ہوئے پایا، سمجھنے  
 لگے وہ کیسے طلوع کرتا ہے اور کیسے غروب ہو جاتا ہے، تاریک رات کیسے آ  
 جاتی ہے اور ستارے کس طرح اُس کی تاریکی کو چاک کر دیتے ہیں، ابن کی مدغم روشنی  
 پھوٹتی رہتی ہے، وہ اپنے فکر و تامل میں غرق رہے حتیٰ کہ اس یقین تک پہنچ گئے جو  
 ہر شبہ کو زائل کر دیتا ہے۔

لوگ طواف کرنے کے بعد اپنی اونٹنیوں کی طرف متوجہ ہوئے، انہیں بھی آیا اور  
 ابو ذر کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا جیسے وہ ان کا راز دل دریافت کرنا چاہتا  
 ہے، اس نے آپ کو بجز فکر میں غرق پایا تو انہیں ان کے حال پر کھپکھپا دیا اور کچھ نہ کہا،

قافلہ نے عقار کی طرف رخ کیا، ابو ذر و ریاضے ٹنکر میں غوطے کھاتے رہے حتیٰ کہ قافلہ فرج تک بجا پہنچا، آپ نے ارد گرد دیکھا تو ایک پہاڑی سلسلہ تھا، سوچنے لگے ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا اور زمین کو کس نے بچھایا، اسی قسم کے خیالات مہجرین سے اور زندگی ان کے نفس میں دوڑتی رہی، آپ نے محسوس کیا کہ ہدایت کی شعاعیں داخل ہو کر شک و شبہ کو مٹا رہی ہیں جو عرصہ سے ان کے دل میں گھر کیے ہوئے تھا۔

قوم عقار پہنچی، اپنے کچا دلوں سے اترے تو ابو ذر عقار پہنچے، دیکھا کہ گھروں میں قبرستان کی سی خاموشی ہے۔ چاہا کہ بستر پر جا کر سو رہیں کیونکہ راہ کی دشواریوں سے تھک کر چوڑ ہو گئے تھے مگر فریبہ کمال، تفکرات انھیں نہ معلوم کہاں کہاں اڑانے پھرتے تھے، سوچنے لگے کس نے آسمان کو بلند کیا اور زمین کو پھیلا یا، پھر اپنے بارے میں غور کرنے لگے کہ کس نے پیدا کیا، وہ آنکھیں دیں کہ ان سے دیکھتے ہیں، زبان دی کہ اس سے بولتے ہیں، اور نفس دیا کہ جو خیر و شر کا الہام کرتا ہے۔ آپ سیدھے لیٹ گئے اور دل ہی دل میں کہنے لگے:

”بے شک آسمان کا پیدا کرنے والا آسمان سے بڑا ہے اور انسان کا خالق انسان سے بڑا ہے اس دنیا کا خالق بڑا بھاری ہے اور وہی عبادت کے قابل ہے منات نہیں، منات و عزت کی نہ انعام، نائلہ اور سعادت بلکہ عمرت اسی کی ذات مستحق عبادت ہے، وہی خالق بدیع، مصلوب و قادر ہے اور یہ پتھر میں جن میں نہ قدرت ہے نہ طاقت“

سرت آپ کے دل میں دوڑ رہی تھی، یقین، شک کے ان پردوں کو پھاڑنا تھا جو ان کی آنکھوں پر پڑے تھے لہذا آپ رب العالمین کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔

ابو ذر یقین کے پیاسے تھے، جب انھیں ایمان مل گیا تو ان کی پیاس بجھ گئی۔  
اپنے بستر کی طرف لوٹے اور سو گئے، کچھ دیر بعد آسمانی نور کی شعاعیں آپ کے پاس  
پر پڑیں جو روح الہی سے مستفیض ہو کر آئی تھیں۔ اللہ نے ان کے ذریعہ آپ کی بعیدت  
کو اور زیادہ منور کر دیا اور دل کو روشن کر دیا۔

صبح ہو گئی، آپ نے اپنی نرم نرم انگلیوں سے اپنے ارد گرد کی چیزوں کو ٹٹولا، آپ  
بڑے ہشاش بشاش اٹھے، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور بڑے خشوع و  
مخضوع کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگے۔

انہیں داخل ہوا تو بھائی کو بحالت خشوع و مخضوع کھڑے پایا، چاہا کہ ان سے بات  
کے مگر کچھ سوچ کر رہ گیا، بھائی کی طرف دیکھتے لگا، پھر کچھ سوچ کر بولا:  
”یہ کیا کر رہے ہو؟“

ابو ذر آواز کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ بھائی آپ کی طرف بڑھ رہا ہے، بولے:

”نماز پڑھ رہا ہوں۔“

”کس کے لیے؟“

”اللہ کے لیے۔“

”کون اللہ؟ نماز تو سوائے منہ پانہات کے کہیں جائز نہیں۔“

”میں منہات یا کسی بت کے لیے نماز نہیں پڑھتا۔“

”تو پھر کس کے لیے پڑھتا ہے؟“

”میں نے اپنی طبیعت سے ایک ایسے معبود کی طرف راہ پالی ہے جو تمہارے  
معبودوں جیسا نہیں ہے۔ وہ عظیم ہے قادر ہے، نہ اسے عقل پاسکتی ہے نہ بحث و تحلیل،

وہ ایک طاقت ہے جس کی میں تعظیم کرتا ہوں اور اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔  
 ”کیا تو ایسے معبود کی نماز پڑھتا ہے جسے نہ تو پاسکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے؟“  
 ”اگرچہ میں اسے نہیں پاسکا مگر اس کی نشانیاں پالی ہیں۔“

”یہ تو بڑی عجیب بات ہے، تو اپنے سامنے کھڑے ہوئے معبودوں کو پھوڑتا ہے۔“

”جھٹھیں اگر تو چاہے تو پالے اور اگر بلائے تو وہ تیرے قریب ہیں۔“

”یہ معبود تو پتھر ہیں جو کچھ بھی نہیں سمجھتے، نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے۔“

”کیا تو ہماری اور ہمارے باپ دادا کی عقلوں کا مذاق اڑاتا ہے؟“

”انہیں امیر کیا گناہ، اگر میرے باپ دادا غلطی پر تھے۔ اے انہیں اب ہمارا دین۔“

”تو عنکیوت سے بھی زیادہ کمزور ہے، تو سوچ تو سہی کہ جب ہم میں سے کوئی پتھر کو تلبے

اور کہیں قیام کرتا ہے تو دو چار پتھر جمع کر لیتا ہے جو پتھر ٹھکانا ہے اسے پوجنے لگتا ہے،

اور باقی تین پتھروں کو ہانڈی کے لیے چڑھا بنا لیتا ہے، تو خیال تو کر پتھر کیسے پروردگار

ہو سکتا ہے، ہمیں اچھا لگا تو معبود بن گیا اور نہ چوٹھے کی انیٹ بن گیا، یہ بات تو بڑی

عجیب ہے۔“

”یہ تو ہم بحالت سفر اس لیے کرتے ہیں کہ ہم کعبہ پر بھی ایسا ہی کرتے ہیں، چنا ہوا

پتھر کوئی اپنی ذات کی بنا پر نہیں پوجا جاتا بلکہ اس وقت و ناکہ کے قائم مقام کر کے پوجا جاتا

ہے، اور ان بتوں سے نائب کی حیثیت سے پوجا جاتا ہے جو کعبہ میں دھرے ہیں۔“

”اس وقت اور ناکہ تو روزانی تھے، کیا تو زانی کی عبادت کو پسند کرتا ہے؟“

”ابو ذر! یہ کیا بکواس ہے؟“

”ہاں ہاں وہ دونوں زانی تھے، اس وقت و ناکہ یعنی عورت پر عاشق تھا دونوں



ج کے لیے آئے کعبہ میں داخل ہوئے، لوگوں کو غافل پایا تو زنا میں مشغول ہو گئے اور مسخ ہو کر پتھر بن گئے، حاجی لوگ جاگے تو دیکھا کہ مسخ ہو گئے ہیں، اٹھوں نے ورنہ کو کعبہ کے پاس رکھ دیا۔ یہ تو رکھے رہے تو لوگ عبادت کرنے لگے یہ ہیں نیکے

محبوبین

”پھر ان نشانیوں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے جو اس سے ظاہر ہوئیں؟“  
 ”اس سے تو کچھ بھی صواب نہیں ہوا اور نہ ہو کیونکہ اس میں کچھ طاقت ہی نہیں ہے، جو کچھ ہوا اللہ کی طرف سے ہوا، ان کی طرف یہ باتیں منسوب کرنا بہتان ہے، کل شام ہم منات کے لیے حج کرنے گئے، اس امید پر کہ وہ بارش برسائے گا مگر وہ تو ذرا سی بدلی بھی نہ لاسکا، ہم نے اس کے سامنے قربانی کے اونٹ ذبح کیے تاکہ اس کی قربت حاصل کر سکیں تو اس نے کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں، اس لیے نہیں کہ وہ ناراض ہے یا ہمارے کسی گناہ پر ناراض ہے یا یہ کہ ہم نے کوئی کوتاہی کی ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔“

”کافی ہے کافی ہے تو تو میرے دل میں بھی شک ڈالنے لگا کہ مجھے خارشہ ہوتا

ہے کہیں تیری طرف مائل نہ ہو جاؤں۔“

”میں تو یہی چاہتا ہوں، انیس! میں ایسا کہتا ہوں کہ تو بھی بتوں سے اسی طرح تنگ ہو جائے گا جیسے میں تنگ دل ہو گیا ہوں اور یہ کہ تو بھی خالقِ ارض و سما کی طرف مائل ہو جائے اور اسی سے دعا کرے۔“

”کیا ہمارے یہ اپنا دین چھوڑنا آسان ہے کہ ہم اسے اس طرح اتار پھینکیں جیسے

کوئی پرانا کپڑا اتار کر پھینک دیتا ہے؟“

”ہاں، اسے انیس! جبکہ ہمارا دین پرانے کپڑے کی مانند ہے تو یہ بات ہمارے  
یہ یقیناً آسان ہے۔“

اتنے میں ان کی ماں آگئی اور وہ دونوں خاموش ہو گئے تو وہ بولی:

”میرے بچے کی کیا رائے ہے؟“

انیس نے کہا:

”کس بارے میں؟“

ماں نے کہا ”اسی بارش کے بارے میں جس کی وجہ سے ہم بہت تنگ آگئے ہیں۔“

انیس نے کہا ”جو آپ کی رائے ہو۔“

وہ بولی ”میری رائے یہ ہے کہ تمہارے ماموں کے گھر چلوں وہ پیسے والا ہے۔“

ابو ذر نے کہا ”جو آپ کی رائے ہو جی کہ اللہ حالت بدل دے۔“

ابو ذر، انیس اور ان کی ماں، ماموں کے گھر روانہ ہو گئے، ابو ذر اپنے ماحول کے

بارے میں سوچتے جلتے تھے، وہ جیل چیز کو بھی دیکھتے اس میں انہیں خالق کی عظمت نظر

آتی تھی کہ ان کے ایمان میں سبکی آتی جاتی، ان کا سفر طویل تھا کہیں پست زمین آتی کہیں

بلند گھرا بو ذر صرف اپنے دل کی آواز سن رہے تھے، اونٹنیاں تنگ کر چوہ ہو گئیں حتیٰ کہ

گدھے کے باغ دکھائی دینے لگے تو انہوں نے اپنی اونٹنیوں کو تیز رفتاری پر بھر کا نام شروع

کیا، اونٹنیاں سمجھ گئیں کہ اب آخری منزل ہے اور ان کی خلاصی کا وقت آن پہنچا ہے۔

ابو ذر، انیس اور ان کی ماں، ماموں کے گھر اترے جہاں خوشحالی کا دورہ دورہ تھا

ماموں نے ان کی خوب مہمان نوازی کی اور وہاں ایک عرصہ تک رہے۔ ان کی سختی نرمی

سے تکلیف آرام سے اور تنگ دستی خوش عیشی سے بدل چکی تھی۔ قبیلے نے دیکھا کہ انیس

اور ابوذر پر ان کا ماموں بڑا مہربان ہے۔ وہ ان سے اپنے بچوں جیسی محبت کرتا ہے  
 لہذا وہ حسد کرنے لگے اور ایسی تدابیر سوچنے لگے جن سے وہ ان سے نفرت کرنے  
 لگے، وہ سوچتے رہے اور شور سے کرتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے ایک بات طے کر لی  
 اور ایک شخص کو اپنی سازش کی تکمیل کے لیے منتخب کر لیا۔

وہ آدمی، انیس اور ابوذر کے ماموں کے پاس آیا اور خاموش سر جھکا کر بیٹھ گیا تو

اس نے کہا "کیسے خبر تو ہے؟"

وہ شخص غم و اندوہ کا اظہار کرتے ہوئے اٹھنے لگا اور بولا:

"میں ایک بڑے کام کے سلسلے میں آیا تھا اگر ہمیں تجھ سے محبت نہ ہوتی اور  
 تیرا احترام نہ ہوتا تو ہم کبھی بھی تجھ سے کچھ نہ کہتے، نہ کچھ نہاتے مگر ہمارے اخلاص تمہیں  
 مجبور کر دیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ تیری آنکھوں سے پروے اٹھادیں تاکہ جو کچھ ہو رہا  
 ہے اُسے تو دیکھ سکے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ احسان کا بدلہ برائی سے دیا جا رہا ہے۔"  
 ابوذر کے ماموں نے محسوس کیا کہ ضرور کوئی بڑی بات ہے، اُسے سخت  
 غلق ہوا اور کہنے لگا:

"صاف صاف کھول کر کہہ۔"

"انیس۔۔۔۔۔"

"تو اسے کیا ہوا؟"

"جب تو جاتا ہے تو وہ تیری عورت کے پاس بیٹھ جاتا ہے۔"

"یہ تو جھوٹ اور بہتان ہے۔"

"ہم یہی چاہتے تھے کہ یہ بہتان ہوتا مگر افسوس ہے یہ تو ایک حقیقت ہے۔"

”دلیل؟“

”جس سے چاہے پوچھ لے، سارے قیدی نے یہ بات دیکھی ہے اور سب جانتے ہیں، کیا تو یہ چاہتا ہے کہ دوسروں کی زبانی سُنے؟“  
 ”نہیں بس کافی ہے۔“

بیچارہ اپنی عزت و شرافت کے بارے میں غور کرنے لگا۔ وہ اپنے دل میں ایک بجلا دینے والی غیرت محسوس کر رہا تھا اور وہ شخص سنانپ کی طرح کمرے سے باہر نکل گیا۔

غریب بہت کوشش کی کہ کسی طرح اطمینان و سکون کو لوٹا لائے مگر اسے توفیق نہ ہوئی، وہ بڑا غمگین تھا، وہ صبح شام غم کے گھونٹ پی رہا تھا، جب بھی اس کے بھانجے سامنے آتے وہ منہ موڑ لیتا، پورے گھر پر ایک سناٹا سا چھا گیا، ابو ذر نے اپنے ماموں کے منہ پر جو غم کے آثار دیکھے تو پوچھا:

”ماموں تھیں کیا ہو گیا؟ میں کئی دن سے آپ کی حالت بدلی ہوئی دیکھتا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ آپ ہم سے بہت کم بات کرتے ہیں اور بہت زیادہ سنکر منہ رہتے ہیں؟“

”کچھ نہیں۔“

”نہیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔ بتائیے، شاید میں آپ کے غموں کو ہلکا کر سکوں یا جس چیز سے آپ کو تکلیف ہے اس میں کچھ ہتھ لے سکوں۔“  
 ”مجھ سے میری قوم نے ایک ایسی بات کہی ہے جسے میں بیان نہیں کر سکتا۔“  
 ”آخر اٹھوں نے کیا کہا ہے؟“

”وہ یہ کہتے ہیں کہ انیس نے ایک بڑی بڑی بات کی ہے“

”کیا کہا؟“

”وہ کہتے ہیں کہ جب تو اپنی بیوی کے پاس سے چلا جاتا ہے تو انیس تیری بیوی

کے پاس جا گھستا ہے“

ابو ذر کا چہرہ غضب آلود ہو گیا وہ بولے:

”آپ نے ہم پر جو احسانات کیے انھیں نکتہ رکھ کر دیا، اب ہم کبھی بھی آپ سے نہیں

ملیں گے“

## طلوعِ سحر

انیس اور ایلوڈر اپنے گھر کے پاس بنو عفار میں بیٹھے تھے، ایک شخص سامنے آیا سلام کی اور بیٹھ گیا، ایلوڈر نے اس سے پوچھا:

”کہاں سے آئے ہو؟“

”مکہ سے“

”مکہ کا کیا حال ہے؟“

”ایک شخص کتاب ہے کہ میں نبی ہوں، اس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے۔“  
”انہوں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟“

”اُسے بھٹلایا، ایذا دی اور لوگوں کو اس کے پاس جانے سے روکا جو طبی اُس

کے پاس جانتے لوگ اسے ڈراتے دھمکاتے ہیں۔“

”کیوں اس کی بات کیوں نہیں مانتے؟“

”اُس شخص کی بات کیسے سنیں جو ان کے دین کو بھٹلاتا ہے، انہیں بے وقوف

کتاب ہے، ان کے ابا و اجداد کو گمراہ کتاب ہے اور ان کے معبودوں کو پورا کتاب ہے۔“

”کیا وہ ایسا کتاب ہے؟“

”ہاں، وہ کہتا ہے خدا ایک ہے، دیکھو تو کیسی عجیب بات ہے!“  
 ابو ذر سر جھکا کر اس شخص کے بارے میں غور کرنے لگے جو خدا کو ایک کہتا ہے  
 مگر یہ بات انہیں عجیب معلوم نہ ہوئی کیونکہ وہ خود غور و فکر سے اسی خیال تک پہنچے  
 تھے، آپ دیر تک سوچتے رہے اور بڑی دیر تک خاموش رہے۔ آنے والے نے  
 آپ کی طرف دیکھا تو بہت متفکر پایا، اجازت طلب کی اور چلا آیا۔ ابو ذر اپنے بھائی  
 انیس کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”ذرا نگہ جا کر پتالگانا کہ وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ اُسے آسمان سے وحی آتی ہے  
 کیسا ہے اور کیا کہتا ہے؟ اور مجھے آکر بتاؤ۔“

انیس کوچ کے لیے روانہ ہوا، اپنی اونٹنی پر سوار ہو گیا اور مکہ پہنچ گیا، کعبہ کی  
 طرف گیا اور طواف کرنے لگا، نکلا تو لوگوں کا ہتھمگٹا دیکھا، ایک شخص جو اس کی طرف  
 آ رہا تھا اُس سے پوچھا:

”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“

”محدث لوگوں کو دینِ جدید کی طرف دعوت دے رہا ہے۔“  
 جو نہی انیس کے کان میں یہ بات پڑی وہ ادھر دوڑا گیا تو ایک شخص کو کہتے

ہوئے پایا:

”تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، میں اس کی تعریف کرتا ہوں، اسی سے  
 مدد چاہتا ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں، اس پر توکل کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ  
 سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔“  
 حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: ”تو نے بھوٹ کہا۔“

تو وہ شخص بولا "نبی جھوٹ نہیں بولا کرتے، قسم ہے اس ذات کی جس کے  
سوا کوئی معبود نہیں کہ میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تمہاری طرف خصوصیت  
سے اور عام لوگوں کی طرف عمومیت کے ساتھ، بخدا تم اسی طرح مرد گے جیسے کہ  
سوتے ہو اور اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ جاگتے ہو، تم سے تمہارے اعمال کا حساب  
لیا جائے گا، پھر ابدی جنت سے یا ابدی جہنم سے۔"

ایک شخص بولا "جب ہم گل سرسبز خاک ہو جائیں گے تو کیسے اٹھائے جائیں گے؟"  
وہ شخص بولا "کافر کہتے ہیں جب ہم ہڈیاں اور چونا بن جائیں گے تو کیا پھر نئے  
سرے سے اٹھائے جائیں گے، آپ کہہ دیجیے اے نبی، چاہے پتھر ہو جاؤ یا لوبیا  
کچھ اور جو طہی تمہارے نزدیک بڑی سے بڑی چیز ہو، وہ کہیں گے ہمیں کون لٹائے  
گا؟" آپ کہہ دیجیے اے نبی! کہ میں نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ پھر وہ آپ کی طرف  
اپنے سر جھکا کر کہیں گے اور ایسا کب ہو گا؟ آپ کہہ دیجیے کہ عنقریب ہو گا۔"  
انہیں غور سے سن رہا تھا، لوگ آپ کے پاس سے اٹھا اٹھ کر چلے گئے۔

ایک نے کہا "یہ کاہن ہے۔"

دوسرا بولا "نہیں شاعر ہے۔"

"نہیں بلکہ جادوگر ہے۔"

انہیں نے رسول اللہ اور ان کی قوم کی باتیں سنیں، ٹھوڑی دیر وہ سر جھکائے رہا

پھر کہنے لگا:

"بخدا اس کی باتیں شیریں ہیں، بخدا وہ سچا ہے اور وہ لوگ بیشک جھوٹے ہیں۔"

پھر وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور چل پڑا سارے راستے حضرت محمد علیہ السلام کے بارے



میں سوچتا چلا گیا اور آپ کی باتوں پر تعجب کرتا رہا سچی کہ غفار جا پہنچا، بھائی سے ملا  
تو اٹھوں نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا:

”کیا خبر لائے ہو؟“

”میں ایک ایسے شخص سے مل کر آیا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اُسے تیرے  
منک کے مطابق بھیجا ہے، میں نے دیکھا کہ وہ بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے  
روکتا ہے۔“

”لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟“

کہتے ہیں کہ ”یہ شاعر، ساحر اور کاہن ہے“ مگر وہ تو شاعر نہیں ہے کیونکہ میں شعر  
کی تمام قسموں سے خوب واقف ہوں، میں نے اس کی باتوں کو شعری بیچارہ پر پرکھا تو  
دیکھا کہ اس کا کلام شعر نہیں ہے، نہ وہ جادوگر ہے، کیونکہ میں نے جادوگروں، جادو  
اور جھاڑ پھونک وغیرہ کو دیکھا ہے، نہ وہ کاہن ہے کیونکہ میں بہت سے کاہنوں کے  
علاہوں تو اس کی باتیں کاہنوں جیسی نہیں ہیں۔“

”وہ کیا کہتا ہے؟“

”وہ تو عجیب عجیب باتیں کہتا ہے۔“

”کیا تجھے اس کی کوئی بات یاد نہیں؟“

”بجاء اس کا کلام بہت شیریں تھا مگر مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔“

”مجھے تیری باتوں سے تسلی نہیں ہوئی، میں خود اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”اچھی بات ہے مگر اس کے خاندان والوں سے بچنا کیونکہ اٹھوں نے گھیرا

ڈال رکھا ہے۔“

ابو ذر نے اپنا مشکیزہ لیا اور روانہ ہو گئے، دینِ جدید کے بارے میں سوچتے جاتے تھے، وہ اپنی آرزوؤں کو پورا ہوتا دیکھ رہے تھے، وہ سوچ رہے تھے میں کہاں ٹھیروں؟ کس طرح ان تک پہنچوں؟ مجھے ان تک کون پہنچائے گا؟ اور اگر میں کسی شخص سے ان کے بارے میں دریافت کر دوں گا تو کیا ان کے دشمنوں اور ٹھٹلانے والوں کی تکلیف سے محفوظ رہوں گا؟ بالآخر اظہوں نے اپنے دل میں یہ طے کیا کہ مسجد میں بیٹھ کر رسول کی جستجو کر دوں گا۔

ابو ذر مکہ پہنچ گئے، مسجد میں پہنچے اور رسول اللہ کو ڈھونڈنے لگے مگر ڈھنسی نہ ماری پایا نہ ان کا کوئی تذکرہ سنا۔ وہ مسجد ہی میں ٹھیرے رہے حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا اور رات کی تاریکی چھانے لگی، اہل مکہ سو گئے اور طواف کرنے والوں کی تعداد کم ہو گئی۔ حضرت علیؓ طواف کے لیے آئے اور ابو ذر کے پاس سے گذرے وہ بیٹھے ہی تھے۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”آپ مسافر معلوم ہوتے ہیں؟“

”جی ہاں۔“

”میرے ساتھ آؤ۔“

حضرت علیؓ انھیں گھر لے گئے، دونوں خاموش جا رہے تھے، ابو ذر نے ان سے کچھ بھی نہیں پوچھا حتیٰ کہ وہ گھر تک پہنچ گئے۔ ابو ذر نے رات گزار لی اور صبح ہوئی تو پھر رسولؐ کی تلاش میں مسجد کا رخ کیا، نہ اظہوں نے کسی سے کچھ پوچھا نہ کسی نے انھیں کچھ بتایا، وہ اسی جستجو میں سخت منتظر رہے کہ دن ختم ہو گیا، رات ہو گئی اور حضرت علیؓ آئے آپ کے سامنے سے گذرے تو کھڑے ہو گئے، فرمایا:

”کیا آپ اچھی تک اپنے گھر کو نہیں پاسکے؟“  
”نہیں۔“

”اچھا تو میرے ساتھ چلو۔“

وہ دونوں خاموش جا رہے تھے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا:

”کیا معاملہ ہے؟ کیوں یہاں آئے ہو؟“

”اگر کسی سے نہ کہو تو بتا دوں۔“

”یقیناً۔“

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص کا ظہور ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے،  
میں نے اپنے بھائی کو اس سے باتیں کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ لوٹا تو کوئی تشفی بخش  
خبر نہ لاسکا تو میں نے خود ہی ان سے ملاقات کی ٹھانی۔“

”تو ہدایت پا گیا، میں اسی کی طرف جا رہا ہوں میرے پیچھے پیچھے چلا آ، جہاں سے

میں داخل ہوں تو بھی داخل ہو جانا، اگر میں کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو دیوار کے پاس  
کھڑے ہو کر جوتا درست کرنے لگوں گا تو تو واپس لوٹ جانا۔“

دونوں چلے، ابو ذر نے دل میں خوشی کی لہر محسوس کی کہ اہل نبی کا ایک مخلص دوست

مل گیا ہے، اللہ نے ان کو ہدایت پر لگانا چاہا ہے اور یہ کہ وہ اسلام کی طرف سبقت

لے جائیں گے اور رسولؐ کے مقربین سے ہو جائیں گے، اس کے دین کو پھیلائیں گے

اس کو بلند کریں گے اور اس کی مدد کریں گے۔

حضرت علیؑ رسول اللہؐ کے پاس گئے اور ابو ذرؓ بھی، جب رسول اللہؐ کو اہل نبی

نے دیکھا تو فرمایا:

ﷺ

”وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کون ہیں؟“  
 ”غفاری“

رسول اللہ اور ابو ذر میں بات چیت ہونے لگی اور مختلف قسم کی باتیں ہوئیں  
 آخر میں ابو ذر نے کہا:

”مجھ پر اسلام پیش کیجئے“

”اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، محمد ﷺ اللہ  
 کا رسول ہے اور نماز قائم کرے“

ابو ذر نے کہا:

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“

”ابو ذر! اس معاملہ کو چھپائے رکھنا، اپنے وطن واپس چلا جا، جب ہمارے ظاہر  
 ہونے کی خبر پہنچے تب آنا“

رسول اللہ نے ان سے یہ بات اس لیے کہی تھی تاکہ قوم انھیں ستائے نہیں مگر  
 کیا ابو ذر نے آپ کی یہ بات تسلیم کر لی؟ کیا ابو ذر جیسا انسان اپنے اسلام کو چھپا سکتا  
 ہے؟ ہرگز نہیں وہ تو علی الاعلان کہے گا پھر جو کچھ چھپی ہو، لوگ جو چاہیں کریں، یہ اعلان  
 رضائے الہی کے لیے ہو گا اگرچہ کافر کراہت کریں لہذا آپ نے رسول اللہ سے اللہ  
 پر بھروسہ کرتے ہوئے عرض کیا:

”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا میں تو خوب چپلا کر

سہ یہ اسلام میں سب سے پہلا سلام تھا۔

کہوں گا۔

ابو ذر مسجد کے ارادے سے نکلے۔ ان کا دل ایمان سے بھر پور تھا، کسی کی گرفت کا انھیں خوف نہ تھا، وہ کسی نے ڈرتے دکھتے تھے جی کہ مسجد میں پہنچے، قریش وہاں جمع تھے۔ آپ نے کہا:

”اے قریشیو! میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

کیا لوگ ایسی بات پر خاموش رہ سکتے تھے کیونکہ ابو ذر ان کی تحقیر کرنے اور انھیں ذلیل کرنے آئے تھے؟ یہ کیسے ہو سکتا تھا سب کے سب اٹھے اور اس بے دین کو مارنے لگے تاکہ مار ہی ڈالیں، مگر عیاش اور نکل آئے وہ ابو ذر پر اوندھے ہونگے پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر بولے:

”تم پر افسوس ہے ایک غفاری کو مارے ڈالتے ہو جدھر سے تمھاری راہ ہے اور تجارت کے لیے تم اوھر سے گذرتے ہو؟“

انھوں نے چھوڑ دیا، ابو ذر شرح بت کی طرح کھڑے تھے، زم زم پر آئے، پانی پیا، خون صاف کیا اور کعبہ سے رسول اللہ کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں ابو بکر بیٹھے تھے وہ بولے:

”تم یہاں کب سے ہو؟“

”تین دن سے۔“

”انھیں کھانا کون کھلاتا ہے؟“

”کوئی بھی نہیں بس زم زم کا پانی پی لیتا تھا۔“

”یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے کہ آج رات میں انہیں کھانا کھلاؤں“  
نبی، ابو بکرؓ اور ابو ذرؓ چلے، ابو بکرؓ نے دروازہ کھولا اور طائف کی منقش پیش کی، یہ  
سب پہلا کھانا تھا جو ابو ذرؓ نے یہاں کھایا۔

اگلے دن صبح ہو گئی، ابو ذرؓ نے پھر محسوس کیا کہ مجھے اپنے اسلام کا اعلان کر دینا  
چاہیے، لوگوں کی مار وھاڑ سے آپ کے عزم میں اور لڑائی ہو گئی، مسجد گئے اور گھر سے  
ہو کر بلند آواز سے پکارے:

”اے گروہ قریش! اے گروہ قریش!  
لوگ آپ کی طرف آئے اور ارد گرد جمع ہو گئے، آپ نے پکار کر کہا:  
”اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ“

لوگوں کو غصہ آگیا خوب پیٹا حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہو گئے، حضرت عباسؓ آپ  
کی غم خواری کے لیے دوڑے آئے، آپ کھڑے ہوئے پھر اور بدن پر ہاتھ پھیرتے  
جاتے تھے اور آہ آہ کرتے جاتے تھے مگر آپ کی روح خوش طبعی کو جسم زخموں سے  
چوڑھتا، پھر آپ رسول اللہ کی طرف گئے، سلام کیا، بیٹھے اور ادھر ادھر کی باتیں کر  
گئے۔

رسول اللہ نے فرمایا ”میں ایک کھجوروں والی سرزمین کی طرف بھیجا گیا ہوں میں  
خیال کرتا ہوں کہ وہ میثرب ہی ہے، شاید اللہ تیرے ذریعے سے انہیں نفع پہنچا دے  
اور تجھے اجود دے“

ابو ذرؓ نے کہا:

”ضرور“

ابو ذر، ایمان سے پھرے دل کے ساتھ غفار روانہ ہوئے آپ کے دل میں رسول اللہ کی عظمت راسخ ہو چکی تھی۔ وہ سوچ رہے تھے کہ کیا کیا معیبتیں رسول اللہ سے ملنے پر لاتی ہوئیں مگر ان کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگتا کہ اللہ نے ہدایت بخشی اس دین کی طرف جسے پاکیزہ نفس قبول کرے ہے اور عقل سلیم مانتی ہے، اگرچہ اس کی وجہ سے آباؤ اجداد کے دین کی تحقیر کرنی پڑتی ہے اور انھیں بے وقوف ماننا پڑتا ہے۔ جب وہ غفار کے قریب پہنچے تو ماں اور بھائی سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور اپنے اسلام لانے کی خوش خبری سنانے کا شوق ہوا، انھوں نے اپنی اونٹنی کو تیز تیز ہٹکانا شروع کیا جیسا کہ انیس تک جا پہنچے، اس نے پوچھا:

”کہو کیا کیا؟“

”میں نے تصدیق کی اور ایمان لے آیا۔“

”اچھا کیا تم نے تصدیق کر دی اور اسلام لے آئے؟“

”ہاں، انیس! وہ سچا دین ہے، میں تجھے اس کی طرف دعوت دیتا ہوں۔“ ابو ذر پر توجہ کچھ گزرا تھا بیان کرنے لگے، انیس نے ایک لمحہ کے لیے گہرا دنگ بھکا لی، اس کے کانوں میں رسول اللہ کی شیریں باتیں گونجنے لگیں اور ایک سرور سر میں چکر لگانے لگا۔

”مجھے بھی تیرے دین سے دلچسپی ہے میں بھی اسلام لے آیا اور میں نے بھی

تصدیق کی۔“

”چلو ماں کو خوش خبری سناؤں۔“

وہ دونوں اٹھے اور ماں کی طرف گئے، ماں کی آنکھیں ابو ذر کے دیدار سے

ٹھنڈی ہوئیں تو بولی :

”تُو نے کیا دیکھا؟“

”میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنی قوم میں بڑی مروت والا، اچھے اخلاق والا،

اچھی ملاقات والا اور شیریں گفتار ہے، علم، امانت، سچائی میں سب سے زیادہ اور فحش و تکلیف دہ کلمات سے دور رہنے والا ہے، اُسے کبھی کسی نے لعنت علامت کمرنے

اور بھگڑتے نہیں دیکھا حتیٰ کہ اس کی قوم نے اس کا نام امین رکھ دیا ہے، وہ لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتا ہے فحش اور بڑی باتوں سے روکتا ہے۔ انہی میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور اسلام لے آیا، یہ میرا بھائی نہیں بلکہ مسلمان ہو گیا ہے“

ماں نے کہا ”مجھے بھی تمہارے دین سے دلچسپی ہے، میں بھی اسلام لے آئی اور تصدیق کی۔“

ابو ذرا اپنے گھر والوں کے اسلام لے آنے سے بہت خوش ہوئے مگر کیا وہ

اس پر قناعت کر سکتے ہیں اور کیا اس پر قناعت کر سکتے ہیں کہ اپنے گھر میں تنہا

گھڑے نماز پڑھتے رہیں؟ ہرگز نہیں! ابو ذرا اس پر کیسے قناعت کر سکتے ہیں، وہ

قوا کی طرف گئے اور دین حق کی دعوت دی، اُسے جو ہو سو ہو۔

ابو ذرا قوا کے پاس آئے، وہ خفاف بن ایما بن رخصتہ الغفاری سردار کے

پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، ابو ذرا نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، اس لیے

نہیں کہ ان کے پاس بیٹھ کر گپ شنپ کریں اور سبھی مذاق کی باتیں کریں بلکہ اس لیے

بیٹھے تھے تاکہ نہی صحیح کے طلوع کی خبر دیں جو انھیں تاریکیوں سے نور کی طرف لے

آئے گی اور جو ذلت و فقر سے انھیں عزت و شرف، سرداری اور سلطنت کی طرف



ے جائے گی۔

قصہ گوئیوں کے درمیان نسیم شام کی طرح گفتگو چل رہی تھی کہ ابو ذر نے گفتگو شروع کر دی، پھر کیا تھا آندھیاں اٹھنے لگیں، بجٹ بٹھیس اور لے دے شروع ہو گئی تھی کہ حتی غالب آگیا اور اپنے روشن نور سے اس نے تاریکی کو زائل کر دیا ابو ذر نے کہا:

”نکہ میں ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو اس صاف آسمان، وسیع زمین اور چمکدار ستاروں کے خالق کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔۔۔۔۔“

ایک شخص نے بات قطع کرتے ہوئے کہا ”کیا وہ اس بات کا وعیدار ہے کہ اس دنیا کالات، عزلی، مہل، منات اور نہم کے علاوہ کوئی اور خالق ہے؟“

ابو ذر نے کہا ”ہاں وہ ان گونگے پتھروں کی عبادت سے روکتا ہے“

ایک اور شخص بولا ”کیا کہا گونگے پتھر! کیا تو بھلی اسی کی طرح کہتا ہے؟“

ابو ذر نے کہا ”ہاں وہ گونگے پتھر ہیں اپنے آپ سے نفع و ضرر کو دور نہیں کر سکتے“

دوسرا بولا ”کیا تو نے اس کی تصدیق کر دی ہے؟“

ابو ذر نے کہا ”وہ ایک ایسے دین کی طرف دعوت دیتا ہے جسے عقل قبول کرتی ہے اور نفس مطمئن ہوتا ہے، وہ بھائی چارے اور مساوات کی طرف دعوت دیتا ہے کیونکہ اللہ کے ہاں غلام و آئنا میں کوئی فرق نہیں اگر فرق ہے تو عقیدے کا ہے، وہ عبادت کے درمیان راہ کھولتا ہے کہ بغیر کسی واسطہ کے بندہ اللہ تک پہنچ جائے اور بغیر کسی دوسرے کی قربت کے خدا سے قریب ہو جائے کیونکہ

اللہ بندوں سے قریب ہے اُن کا شکوہ اور ان کی دعائیں سنتا ہے، دلوں کی بات جانتا ہے، وہ نبی حق کی طرف دعوت دیتا ہے تو میں کیسے تصدیق نہ کروں! ان میں سے ایک اور شخص بولا "ابو ذرؓ گمراہ ہو گیا۔"

ابو ذرؓ نے کہا "واللہ ابو ذر ہدایت پا گیا، گمراہ تم ہو۔"

دوسرا بولا "بے دین سے ملنے کے بعد ابو ذرؓ آغوش میں مبتلا ہو گیا اور اسی کی طرح بے دین ہو گیا، اپنے معبودوں کے ساتھ کفر کرتا ہے اور اپنے بزرگوں کو بے وقوف بتاتا ہے۔"

ابو ذرؓ نے کہا "ذرا اٹھڑ میں نے تمام بتوں کے ساتھ کفر کیا تھا لات، ہڈی، منات، بہیل اور نمم کے ساتھ بھی کفر کیا تھا جبکہ میں ابھی تک رسول اللہؐ سے نہیں ملا تھا، مجھے پہلے بھی پتا چل گیا تھا کہ یہ پتھر ہیں نہ ہدایت دے سکتے ہیں نہ گمراہی۔" تو تم میں شور مچا رہا ہو گیا وہ اپنے معبودوں کی بڑائی نہ سن سکے تو ابو ذرؓ نے کہا، "ذرا سکون کے ساتھ بحث کرو، دلیل کو دلیل سے ٹکراؤ کیونکہ میں بحثیں ہدایت کرنا چاہتا ہوں، ذرا مجھے میری ابتداء نے ہدایت کا قصہ سنانے دو۔"

ایک شخص بولا "ہرگز نہیں، بس یہی کافی ہے۔"

لوگ بڑبڑانے لگے تو ان کے سردار خفاف نے کہا "ذرا اُسے اپنا قصہ تو بیان کرنے دو کیونکہ حق واضح ہوتا ہے۔"

ابو ذرؓ نے کہا "ایک دن میں نمم کے پاس آیا بڑی انگساری کے ساتھ میں نے دو دھند چڑھایا اور واپس ہونے لگا، گورہ بکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ایک کتا دو دھپی رہا ہے اور معبود خاموش کھڑا ہے۔ وہ اسے مقدس دُور دھکے

ہٹا کر کہا میں تھوڑی دیر بڑی حیرت سے دیکھتا رہا مگر پھر میں نے اس سے کبھی زیادہ عجیب بات دیکھی، میں نے دیکھا کہ کتے نے حرف معبود کی نذر ہی ہٹا نہیں کی بلکہ پاؤں اٹھا کر اس پر عیشاب بھی کر دیا، یہ ہے نہم کی طاقت، قوت، عزت، جلال اور سلطنت!

رہنے گزریں جھجکا لیں اور قبر کی سی خاموشی طاری ہو گئی، ابو ذر نے کہا:  
 ”افسوس ہے تمہارے دل، ذلیل معبود پر ایمان لانے کی وجہ سے سنجت ہو گئے ہیں، تم پر اپنی گمراہی واضح ہو چکی ہے۔“  
 ایک شخص بولا ”یہ ہمیں کون بنا سکتا ہے کہ جس نبی کی تو باتیں کرتا ہے وہ سچا ہے یا جھوٹا؟“

ابو ذر نے کہا ”میں نے بھی اپنے دل سے یہ سوال کیا تھا جبکہ ابھی میں رسول اللہ سے نہیں ملا تھا مگر جب میں نے آپ کا چہرہ دیکھا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ جھوٹے انسان کا سا نہیں ہے۔“

پہلا شخص بولا ”جب وہ آئے گا تو دیکھی جائے گی۔“

ابو ذر نے کہا ”وہ شخص نیکی، عمدہ اخلاق، رحم، محبت اور اصلاح و تقویٰ کی دعوت دیتا ہے، لڑکیوں کے زندہ درگور کرنے سے روکتا ہے، بتاؤ ایک چھوٹی سی بچی کی کیا خطا ہے کہ وہ معصوم زندہ درگور کر دی جاتی ہے۔۔۔۔۔ رسول تمہارا پاس دنیا اور دین کی سعادت لایا ہے۔“

ابو ذر ان کے پیچھے لگے رہے حتیٰ کہ خفاف بن رخصدہ سردار قوم اسلام کے آیا اور قوم کے بہت سے افراد نے اس کا اتباع کیا، ابو ذر کو باقی لوگوں کے بھی اسلام

لانے کی طرح ہوئی، تو وہ ان سے کہنے لگے:

”تم لوگ دین الہی میں کیوں داخل نہیں ہوتے اور رسول پر ایمان کیوں نہیں

لاتے؟“

اب انہوں نے نہ سخت کلامی کی اور نہ انہیں کھینچا، اب کیسے کھینچتے تھے تو

ان پر واضح ہو چکا تھا اور رہایت و عنایت واضح ہو چکی تھی، وہ بولے:

”جب رسول اللہ آئیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔“

لوگ چلے گئے، پورا قبیلہ غفار دین جدید کے سائے تلے اطمینان و سکون کے

ساتھ خوشی خوشی سو گیا۔ یہ پہلی رات تھی۔

## بالسری سدا نہیں کہتی

حناف بن ایماہ قوم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا۔ نماز کے بعد ہر شخص اپنے کام پر چلا گیا، ابو ذرا اور حنفا بائیں کرنے لگے، ابو ذرا نے کہا: ”ایک عہد سے ہم نے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق کچھ نہیں سنا، پتا نہیں ان کا کیا ہوا؟“

”جو لوگ ایمان لے آئے تھے قبائل نے انہیں خوب تباہ اور قید کر دیا تاکہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں اور کچھ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔“

”جو قافلہ شام کی طرف جا رہا تھا، اس سے تو ہم نے یہی خبر سنی ہے مگر اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے ان کی خبریں سن کر بڑا افسوس ہوتا ہے، مجھے ڈر ہے کہیں کافر انہیں سخت سزائیں نہ دیں۔“

”کیا کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو عذاب میں مبتلا کر کے انہیں بتوں کی پوجا پر لگا دیں گے؟ بخدا وہ لوگ بڑی واضح گمراہی میں ہیں۔“

”ظلم و زیادتی اور سزا کب وسیلہ رضائے ہی ہے، ایمان ان کے دلوں میں گھر کر گیا ہے، اللہ ہدایت کے بعد انہیں گمراہ نہیں کرے گا۔“

” اٹھوں نے ہر طرح مسلمانوں کو لوٹانا چاہا مگر کامیاب نہ ہو سکے، آخری تیر  
 طہی چھوڑ کر دیکھ لیا کہ اٹھیں سخت سزائیں دیں اور قید کر دیا۔ عنقریب ان کے تیر  
 انہی کی طرف لوٹیں گے اور عنقریب اسلام تمام اطراف میں پھیل جائے گا اگرچہ  
 مشرکین ان کو ناپسند کریں۔“

” اللہ ہرگز اس قوم کی مدد نہیں چھوڑ سکتا جو لا الہ الا اللہ کہتی ہو، نیکی کی تلقین  
 کرتی ہو اور بدی سے روکتی ہو، عنقریب اللہ اپنے دین کو ظاہر کرے گا اور اپنے  
 کلمہ کو بلند کرے گا۔“

ایک شخص خفاف و ابو ذر کے پاس آیا اور سلام کیا تو ابو ذر نے اس سے پوچھا:  
 ” کہاں سے آئے ہو؟“

” مکہ سے۔“

” محمد (صلعم) اور ان کے اصحاب کا کیا حال ہے؟“

” طرح طرح کے عذاب چکھ رہے ہیں۔ کیا تم نے عہد نامہ کا قسطہ نہیں سنا؟“  
 ” نہیں۔“

” کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، اہل حبشہ نے ان کی بڑی برائی خاطر و مدارات  
 کی، امن دی اور عہد کیا کہ نہ اٹھیں تکلیف دیں گے اور نہ ان کے بارے میں کوئی تکلیف  
 کلمہ سنیں گے، قریش نے عمرو بن العاص کو بہت سے حدیے دے کر نجاشی کے پاس  
 بھیجا اور مطالبہ کیا کہ بے دینوں کو ہمارے حوالے کر دے مگر جب نجاشی نے جعفر اور  
 ان کے دوستوں کی باتیں سنیں تو اس نے عمرو بن العاص کی بات نہ مانی۔“

خفاف بولا ” کیا نجاشی نے ایسا کیا ہے؟ وہ تو بڑا بھاری بادشاہ ہے۔“

وہ شخص بولا "بلکہ اس سے بھی زیادہ اس نے تو مسلمانوں کی بڑی بڑی تنظیم و تکریم کی اور ان کی بڑی خاطر و مدارات کی۔"

ابو ذر نے پوچھا "اور قریش نے کیا کیا؟"

وہ شخص بولا، "جب قریش کو معلوم ہوا کہ نجاشی نے جعفر اور ان کے دوستوں کے ساتھ اچھا معاملہ کیا ہے تو وہ رسول اللہ اور ان کے دوستوں پر غضب ناک ہو گئے اور رسول اللہ کے قتل پر اتفاق کر لیا اور بنو ہاشم کے خلاف ایک عہد نامہ لکھا کہ بنو ہاشم سے نکاح کیا جائے گا نہ خرید و فروخت کی جائے گی اور نہ میل جول رکھا جائے گا۔ یہ عہد نامہ انھوں نے کعبہ میں لٹکا دیا۔"

"کفار نے بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں نظر بند کر دیا اور سامان رسد روک دیا۔ بنو ہاشم کو سخت تکالیف کا سامنا ہوا۔ بعض قریشی تو اس بات سے خوش ہوئے اور بعض کو رنج ہوا، ایک دن رسول اللہ نے ابو طالب سے کہا کہ اس عہد نامہ کو دیکھ چاٹ گئی ہے، سوائے اللہ کے نام کے اب اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ ابو طالب نے کہا "بیٹھے! کیا یہ بات بالکل درست ہے؟" آپ نے فرمایا "ہاں بھئی!"

"ابو طالب نے اس امر کا ذکر اپنے بھائیوں سے کیا، انھوں نے کہا "تمہارا کیا خیال ہے کیا یہ بات بالکل درست ہے؟" ابو طالب نے کہا "واللہ انج تک تو اس نے مجھے کوئی بات نہیں کہی۔"

"وہ بولے "پھر کیا رائے ہے؟" ابو طالب نے کہا "میرا خیال ہے کہ تم لوگ عمدہ عمدہ کپڑے پہنو اور یہ بات انھیں سناؤ۔ وہ لوگ گئے، مسجد میں داخل ہوئے اور حجر اسود کے قریب جا بیٹھے جہاں بڑے بڑے قریشی جمع ہوا کرتے تھے۔ لوگ انتظار

کرنے لگے کہ کیا کہتے ہیں۔ ابو طالب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ”میرے بیٹے نے کبھی مجھ سے کوئی غلط بات نہیں کہی، اس نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ نے تمہارے عہد نامہ کو ویک لگا دی۔ وہ نام ان الفاظ کو جو ظلم و جور اور بے رحم پر مشتمل تھے سب کو چاٹ گئی، صرف نام خدا باقی رہ گیا ہے، اگر میرا بھتیجا سچا ہے تو تمہارے بڑے ارادے آپ ہی ختم ہو گئے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں اُسے تمہارے سپرد کر دوں گا خواہ تم اسے قتل کر دینا یا زندہ باقی رکھنا۔“

سب لوگ ایک زبان ہو کر بولے ”تُو نے انصاف کی بات کہہ دی۔“  
 ”انہوں نے عہد نامہ منگوایا کھول کر دیکھا تو اس میں سوائے نام خدا کے کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔“

ابو ذر نے پوچھا ”پھر اس کے بعد انہوں نے کیا کیا؟“  
 وہ بولا ”وہ لوگ اپنی بات سے پھر گئے۔“ ابو طالب نے کہا ”جب بات صحیح نکل تو اب ہم کیونکر قید میں رکھے جاسکتے ہیں؟“ پھر ابو طالب اور ان کے ساتھی کعبہ کے پردوں سے چھپ کر دعا کرنے لگے، ”اے اللہ ہماری مدد کر قطع رحم کرنے والے ظالموں سے بچا اور حرام کو حلال کرنے والوں سے بچا،“ پھر وہ قوم کے پاس گئے تو ان میں سے کچھ لوگ قریش کو ان کی اس حرکت پر ملامت کرنے لگے اور ہتھیار باندھ کر نکلے، بنو ہاشم بنو عبدالمطلب کے پاس گئے اور ان سے کہا:

”جاؤ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔“

خفاف نے پوچھا:

”اور باقی لوگوں نے کیا کیا؟“



”اٹھیں نے بھی بزرگ مجبوری قبول کر لیا۔“

خفاف نے کہا:

”مجھے تعجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کنبے والوں سے اتنی تکالیف کیوں

برداشت کر رہے ہیں۔“

ابو ذر نے کہا: ”یا نسری سدا نہیں کہتی۔“

## مدینہ میں اسلام

جس طرح آگ چھوٹس میں لگتی ہے اسی طرح اسلام مدینہ میں پھیل گیا قبیلہ غفار کو اس امر پر بڑی مسرت ہوئی، مسلمان ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے کہ اورس و خنزرج مسلمان ہو گئے جو لوگوں میں سب سے زیادہ چرب زبان، سب سے اچھے شمشیر زن اور سب سے زیادہ بہادر و غم خوار ہیں۔ اللہ نے اپنے دین کو ابھارنے کا ارادہ کر لیا ہے، نبی کی امداد اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کی ٹھان لی ہے۔ انیس اپنے بھائی ابو ذر کے پاس خوش خبری لے کر آیا اور کہنے لگا:

”مدینہ میں اسلام پھیل گیا ہے اور اورس و خنزرج اسلام لے آئے ہیں۔“  
 ابو ذر نے کہا ”عنقریب رسول اللہ کی طرف ہجرت کر کے چلے آئیں گے۔“  
 انیس ہجرت زدہ ہو کر اپنے بھائی ابو ذر کی طرف دیکھنے لگا، بولا:

”کیا تیرے پاس کوئی اطلاع آئی ہے؟“  
 ”نہیں، نہ مجھے شرب کے اسلام لانے کی کوئی اطلاع تھی۔“  
 ”پھر تجھے کیسے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ادھر ہجرت کر آئیں گے۔“  
 ”جس دن میں ان سے ملا تھا تو انھوں نے فرمایا تھا، میں ایک کھجوروں والی

بستی کی طرف بھیجا گیا ہوں میرا خیال ہے کہ وہ شرب ہی ہے۔ رسول اللہ نے سچ فرمایا تھا۔

”مگر کیا ان کی قوم انھیں چھوڑ دے گی کہ وہ کسی وقت مسلمانوں کو ان کے خلاف لے کر چڑھائیں۔“

”چھوڑیں یا نہ چھوڑیں وہ عنقریب ادھر ہجرت کریں گے مگر کیسے اور کب؟ یہ تو اللہ ہی جانے، اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے۔“

”ابو ذر علیؓ نے لگے تو ان کے بھائی نے پوچھا:

”کہاں جاتے ہو؟“

”میں شرب جارا ہوں تاکہ ان کے اسلام کی خبر کی تصدیق کروں اور بنی سلیب

سے متعلق کچھ اطلاعات لوں۔“

ابو ذر شرب کی طرف روانہ ہو گئے سستی کہ بنو ذریق کی مسجد میں جا پہنچے، وہاں آپ نے ایک قاری کو قرآن پڑھتے سنا تو اندر چلے گئے اور دریافت کرنے لگے کہ تم میں سے کون شخص رسول اللہ سے ملا تھا؟ لوگوں نے آپ کو رافع بن مالک الزرقانی

ظرف بھیج دیا، ابو ذر ان سے ملے تو کہا:

”السلام علیک ورحمۃ اللہ“

”وعلیک السلام ورحمۃ اللہ“

ابو ذر ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا ”میں تمہارا اسلامی بھائی ابو ذر غفاری

ہوں۔“

”مرحبا! کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے کہ پوری کی جائے۔“

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اسلام کے آئے ہیں اور قبیلہ اوس و خزرج بھی  
 داخل اسلام ہو گئے ہیں، تو مجھے رسول اللہ کی باتیں سننے کا شوق ہوا لہذا میں تمہارے  
 پاس چلا آیا شاید جو میرے سینے میں آتش اشتیاق سے وہ کچھ بچھڑ سکے۔“  
 ”ہم رسول اللہ سے ملے اور مسلمان ہو گئے، ہمارا کوئی گھر ایسا نہیں جس میں  
 رسول اللہ کا ذکر نہ ہو۔“

”آپ ان سے کب ملے تھے؟ کہاں اور کیسے؟“

”میں اور میرے ساتھ پانچ یثربی منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے، رسول اللہ گذرے  
 اور کھڑے ہو گئے، فرمایا ”کیا آپ یہودیوں کے حلیف ہیں؟“ ہم نے کہا ”ہاں“  
 آپ نے ہمیں اسلام کی دعوت دی، اسلام پیش کیا اور قرآن سنایا تو ہم مسلمان ہو گئے،  
 رسول اللہ نے ہم سے فرمایا ”کیا تم لوگ میری لاشتی بانی کرو گے حتیٰ کہ میں اپنے پروردگار  
 کی رسالت کو پہچا دوں؟“ ہم نے کہا ”یا رسول اللہ! ہم اللہ اور رسول کے لیے  
 جدوجہد کے لیے تیار ہیں، صرف ہم، کیونکہ ہمارے قبیلے میں آپس میں سومت و دشمنی  
 ہے، اگر آپ یونہی چلے آئے اور ہماری وہی سابقہ حالت ہو، تو ہم مل کر آپ کی مدد  
 نہیں کر سکیں گے لہذا اب تو ہمیں ہدایت دیجیے حتیٰ کہ ہمارے قبیلے کے حالات درست  
 ہو جائیں۔ اگلے سال ہم آپ سے ملیں گے۔“

”جب اگلا سال آیا تو خزرج کے دس اور اوس کا ایک آدمی مکہ گیا ہم رسول اللہ  
 سے ملے، اسلام لے آئے اور ہم نے بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں  
 کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، اولاد کو قتل نہیں کریں گے،  
 کسی پر بہتان نہیں دھریں گے اور کسی اچھے کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔“

رسول اللہ نے فرمایا "اگر تم اپنی بیعت کو پورا کرو گے تو تمہارے لیے جنت ہے اور جو شخص پورا نہیں کرے گا اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے وہ چاہے تو عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے" پھر ہم وہاں سے لوٹے تو اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔

"کیا اس کے بعد بھی آپ رسول اللہ سے ملے؟"

"ہاں، جب موسم حج آیا تو ہم ایک دوسرے سے روانگی کے لیے کہنے لگے تاکہ حج اور زیارت رسول سے مشرف ہوں، ہم کوئی رستہ آدمی تھے جو اونٹن خزرج کے ساتھ روانہ ہوئے، اوسی اور خزرجی کوئی پانسوا فراد تھے، ہم رسول اللہ کے پاس آئے، آپ نے فرمایا "جب لوگ سو جہاں میں تو وہاں ہی گھاٹی کے پاس چڑھنا جو کہ عقبہ کے زیریں حصہ میں ہے مگر کسی سوتے کو جگانا نہیں اور کسی غیر حاضر کا انتظار نہ کرنا۔"

"جب لوگ بوگئے تو ہم نے کھسکنا شروع کیا، رسول اللہ وہاں پہلے سے موجود تھے، سوائے عباس بن عبدالمطلب کے آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا، ہم جمع ہو گئے تو عباس نے فرمایا:

"اے گروہ خزرج! تم نے رسول اللہ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے، محمد ہمارے ہاں سب سے زیادہ عزت دار ہیں لہذا وہ لوگ بھی آپ سے مدافعت کرتے ہیں جو آپ کے مذہب کو نہیں مانتے بس آپ کی عزت و شرافت کے لحاظ سے آپ کی مدد کرتے ہیں۔ رسول اللہ نے تمہارے سوا کسی کی ہمانی قبول نہیں کی ہے، اگرچہ تم صاحب طاقت و شجاعت اور جنگ و پامردی والے ہو مگر سائے عرب

تمہارے دشمن ہو جائیں گے، خوب سوچ لو اور متفقہ فیصلہ کر کے اٹھو، اچھی بات وہ ہے جو عساکر اور سچے ہو۔

”معمور نے کہا ”جو کچھ آپ نے کہا ہم نے سن لیا، ہمارے دل میں اگر کوئی اور بات ہوتی تو آپ سے کچھ کہتے جو کچھ آپ نے کہا وہی ہمارے دل میں ہے ہمیں سب کچھ معلوم ہے پھر بھی ہم اپنے مال و جان سے رسول اللہ کا ساتھ دیں گے۔“ پھر رسول اللہ نے کچھ آیات قرآنی تلاوت کیں اور ہمیں اللہ اور رسول کی طرف بلا یا تو براہین معمور نے تصدیق کی اور ایمان لایا پھر کہا ”یا رسول اللہ ہمیں بیعت کیجئے۔“

”ابو لہشیم بولا ”ہم نے آپ کی بیعت کو مال کے تلف ہونے اور بزرگوں کے قتل ہونے کے باوجود قبول کیا۔“

”چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئے لگیں اور لوگ آپس میں بولنے لگے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا:

”ذرا اہستہ کیونکہ جاسوس لگے ہوئے ہیں، اپنے بزرگوں کو آگے کر دو وہ تمہاری طرف سے بات کریں گے ہم ان کی بات کو تسلیم کریں گے، کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ تمہاری قوم تمہارے مخالف ہو جائے گی، جب بیعت کر چکو تو اپنی اپنی جگہ واپس چلے جانا۔“

”پھر حضرت عباسؓ نے کہا، یا رسول اللہ! ہاتھ پھیلائیے۔“

”ہم سب آپ کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بیعت کی۔“

ابو ذر نے پوچھا؟ رسول اللہ کیسے تھے؟

رافع نے کہا ”اچھے تھے، اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور کچھ لوگ اہل شجاعت و حرب، اللہ نے ان کی حفاظت پر تعینات کر رکھے ہیں۔“

”کیا آپ قریشیوں کی مخالفت سے نہیں ڈرتے؟“

”ہرگز نہیں، ابو ذر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہماری اس صحبت کے بعد مشرکین نے اصحاب رسول کو اس قدر گالیاں دی ہیں اور تکلیفیں پہنچائی ہیں کہ اس سے پیشتر کبھی اس قدر ایذا رسانی نہیں کی تھی، اٹھیں تنگ کر رکھا ہے اور ان کے ساتھ بڑی بڑی حرکتیں کرتے ہیں۔“

”اس ظلم و زیادتی کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مسلمان مکہ سے نکل جائیں گے اور یثرب کی طرف چلے آئیں گے۔“

”کیا رسول اللہ بھی ان کے ساتھ آئیں گے؟“  
 ”ہاں عنقریب آئیں گے، یثرب اور اہل یثرب کو مبارک ہو۔“

## عقار کو خدا بخشنے

قبیلہ عقار میں خوشی کی لہر دوڑ گئی جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ ابو کبیرؐ کے ساتھ تشریف لارہے ہیں اور مکہ و مدینہ کے درمیان ہیں۔ ابو ذر نے سعادت کی ایک موج آتے ہوئے محسوس کی، وہ قوم کے ساتھ آپ کا انتظار کرنے لگے، لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور آپ سے رسول اللہ کے بارے میں دریافت کرنے لگے کہ ”رسول اللہ کیسے ہیں؟ اور یہی شکل و صورت سے؟“ آپ نے فرمایا ”عنتقر و بچھ لو گے لوگوں میں سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں۔“ لوگوں کو انتظار کرتے کرتے دیر ہو گئی تو ابو ذر راہ پر نظر میں دوڑانے لگے تاکہ سب سے پہلے لوگوں کو آپ کے آنے کی خوش خبری سنائیں، مشتاق قلوب کو اطمینان بہم پہنچائیں اور اس خوف کو جو ان کے دلوں پر آپ کے نہ آسکنے کی وجہ سے مسلط ہو گیا ہے، دور کر دیں۔ وقت گذرنا گیا بنو عقار بڑی بے چینی سے رسول اللہ کے آنے کا انتظار کر رہے تھے، ابو ذر نے جو نظر میں دوڑائیں تو ایک اونٹ سنانے سے اٹا دیکھا تو غور سے دیکھنے لگے، سب ابو ذر کی سمت نظر کی طرف دیکھنے لگے، لٹھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ابو ذر چلائے ”یخدا وہ رسول اللہ آگئے“ تو سب یک زبان ہو کر



چلائے، "رسول اللہ ﷺ گئے؟ ابو ذر تیزی سے آگے بڑھے اور سلام عرض کیا، اونٹنی  
 کی تھار پکڑی، ازوگہ و لوگ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے تھے، بانڈیاں، بچے  
 اور بچیاں پکار رہے تھے "رسول اللہ ﷺ گئے؟" رسول اللہ اپنی اونٹنی سے اترتے  
 مسلمان آپ کو سلام کرتے تھے۔ آپ بیٹھ گئے اور ابو بکرؓ و عطاء فرمانے لگے پھر  
 رسول اللہ قرآن پڑھنے لگے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، لوگ جوق در جوق  
 آپ کی طرف بیعت کے لیے بڑھے۔ ابو ذر رسول اللہ کے پاس بڑے فخر پر آئے  
 میں خوش خوش کھڑے تھے۔

لوگ آپ کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگے انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص  
 روشن چہرے، مسکراتے منہ اور شیریں اخلاق والا ہے، نہ بہت ڈبلا ہے نہ موٹا،  
 حکم نقشہ خوب ہے، آنکھیں چوڑی سیاہ، نوٹھیں بھری ہوئی، لمبی ٹکپیں، آواز ذرا  
 بیٹھی ہوئی سی، قوس نما لہجہ نہیں، سیاہ بال، لمبی گردن اور کھنسی وارھی والا ہے،  
 خاموش رہتا ہے تو وفار ٹپکتا ہے اور بولتا ہے تو جلاں برستا ہے، باتیں ایسی جیسے  
 جواہر پارے، شیریں گفتار، نہ بالکل کم گو نہ بہت بولنے والا، بلند آواز، دُور سے  
 حسین ترین لگنے والا اور قریب سے شیریں ترین معلوم ہونے والا، بیانا قدر، نہ اتنا دراز کہ  
 ناگوار ہو اور نہ اتنا چھوٹا کہ لوگ حقیر سمجھیں۔

حناف بن رخصتہ الغفاری نے رسول اللہ سے عرض کی کہ ایک تخریر میری  
 قوم کے لیے لکھ دیجیے۔ آپ نے لکھ دیا کہ "بنو غفار مسلمان ہیں، ان کے وہ تمام حقوق  
 ہیں جو ہر مسلمان کے ہیں اور ان پر وہ واجبات ہیں جو ہر مسلمان کے ذمہ ہیں، نبی نے  
 ان کی جانوں اور مالوں کے بارے میں اپنی اور اللہ کی طرف سے امانیں امان دے

دی ہے، جو کوئی ان پر ظلم کرے گا، ہم ان کی مدد کریں گے اور جب کبھی نبی اٹھیں  
مدد کے لیے طلب کریں گے تو وہ لبیک کہیں گے، نبی پر ان کی امداد فرمائی ہے مگر  
یہ کہ دین کے بارے میں وہ برسہا برس پیکار ہوں۔ یہ معاہدہ ابد الابد کے لیے ہے مگر یہ  
وٹاویز کسی ناجائز بات کے لیے استعمال نہیں کی جاسکتی۔“

نبی غفار سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ابو ذر بہت خوش ہوئے کہ ان کی  
قوم کے افراد کو وہ درگزر وہ داخل اسلام ہو رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے دونوں  
ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا:

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جن نے ہمیں ہدایت دی، اگر اللہ ہدایت نہ دیتا  
تو ہم ہدایت نہ پاسکتے۔“

رسول اللہ ابو ذر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”غفار کو خدا بخشے۔“

## مدینہ کی طرف وانگی

زمانہ گذرنا گیا ایک دن ابو ذر مسجد کی طرف گئے تاکہ نمازِ عصر ادا کریں۔ وہ اپنے ڈبلے پتلے جسم کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے، جب نماز ہو چکی تو مسجد میں ایک گوشہ میں ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے جو دردناک آواز سے کلامِ پاک پڑھ رہا تھا، غور سے سننے لگے اور خشوع و خضوع سے سر جھکا لیا پڑھنے والا تجوید کے ساتھ یہ آیت پڑھ رہا تھا:

يا ايها الذين امنوا هل ادلكم على تجارة تنجيكم  
من عذاب اليم (الخ)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتا دوں جو دردناک عذاب سے بچا دے (آخر تک)؟

ابو ذر بہت غور سے سن رہے تھے ان کے دل میں دعوتِ الہی نے چھکی کی وہ اپنے بارے میں سوچنے لگے کہ کیوں نہ میں رسول اللہ اور مجاہدین کے ساتھ بیس رہ پڑوں، غمخوار کیوں جہاؤں، ضرور مجھے رسول اللہ کی خدمت میں رہ کر کفار سے جہاد کرنا چاہیے پھر یا عورت و نصرت ہے یا شہادت و موت ہے اور حنہیں ہیں

جن کی وسعت زمین و آسمان ہے۔ ابو ذر کے گندم گوں پہرے سے عزم شکنے لگا وہ اٹھے، گھر گئے اور اپنے بھائی انیس سے کہنے لگے:

”کل میں تیرب جاؤں گا“

”کیا وہاں زیادہ دیر قیام رہے گا؟ کب واپسی ہوگی؟“

”میں اب کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا“

”تو وہاں کیا کرو گے؟“

”رسول اللہ کے ساتھ رہوں گا اور آج کے دن کے بعد سے ان سے

کبھی جدا نہیں ہوں گا“

”کہاں قیام کرو گے؟“

”میں ان اصحاب رسول کے ساتھ مسجد ہی میں رہوں گا جن کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے“

”تم سچے مسلمان ہو، تم نے اپنی مرا و پالی لہذا اب ہمیں رہو، تمہارے خاندان و اولاد

کو تمہاری ضرورت ہے“

”نبی ان لوگوں سے زیادہ بہتر ہے، اے انیس! جو کچھ صنایع ہو چکا وہی بہت

کافی ہے، نبی علیہ السلام نے غزوہ بدر کیا اور میں عقاد ہی میں رہا پھر غزوہ احد کیا اور

آپ کے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور بلند مراتب کو پہنچ گئے مگر میں اٹلی تک اپنے

گھر میں پڑا ہوں اور پھر تنگ خندق ہوئی اور میں جہاد میں شریک نہ ہوا۔ اے انیس!

یہ کیا گفتور انقصان ہو چکا ہے“

”گھر پر ہی رہو، جب جہاد کے لیے بلائے جاؤ گے تو چلے جانا“

”اللہ نے ایک انسان کے دودل نہیں بنائے، میں نے اپنی جان اللہ کے

حوالے کر دی ہے۔ مجھے دنیا کی بے مایہ پونجی کی تمنا نہیں، میں تو بس اللہ اور اس کے  
رسول کی رضامندی کا طالب ہوں تو اب مجھے کیا چیز روک سکتی ہے؟ بخدا میں شرب  
ضرور جاؤں گا، اللہ ہی ہدایت دیتا ہے۔“

ابو ذر نے روانگی کا ارادہ کر لیا، نہ تو شہ لیا نہ کچھ اور، تو انیس نے کہا:

”کیا بقدر ضرورت بھی تو شہ ساٹھ نہیں لوگے؟“

”مجھے سارے راستے کے لیے سو کھے ٹکڑے کافی ہیں۔“

ابو ذر مدینہ روانہ ہو گئے، نبی علیہ السلام سے جا ملے اور آپ کے متبعین میں داخل

ہو گئے، آپ کے علم سے فیض یاب ہوئے، آپ کے ادب سیکھتے، آپ کے زہد کے

مطابق عمل پیرا ہوتے اور آپ کی مہربانی و کرم کی پیروی کرتے۔

## اصحابِ صدقہ

ابو ذرؓ مسجد نبوی میں رات دن عبادت میں مشغول رہنے لگے، انہوں نے دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑ لیا، مال، بچاؤ و لذت سب کو چھوڑ دیا اور اللہ سے دل لگا لیا، جب رات ہو جاتی تو اصحابِ رسول کے ساتھ مسجد میں رات گزار دیتے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا، رسول اللہ ﷺ کے وقت انہیں بلا تے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور کچھ لوگوں کو کھانا تقسیم کر دیتے۔ ابو ذرؓ بھی انہی لوگوں سے تھے جو رسول اللہ کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اللہ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تب ہی تو ان کے دل کا قفل کھول دیا، یقین و صدق عطا فرمایا، دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان عطا فرمائے لہذا انہوں نے رسول اللہ سے جو کچھ سنا اسے محفوظ رکھا، پڑھا لکھا، حفظ کیا، حدیث حاصل کی اور حدیث کی روایت کی، آپ بڑے محدثین سے تھے، زہد و عبادت میں رسول اللہ کی پوری پوری پیروی کرتے تھے لہذا آپ مشہور ترین زاہد ہو گئے۔

ایک رات عمرہ مسجد میں داخل ہوئے، ابو ذرؓ تنہا بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے

کہا:

”تنہا کیوں بیٹھے ہو؟“

ابو ذر بولے ”نیک ساتھی، تنہائی سے بہتر ہے اور بڑے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے، بھلائی کا پہنچانے والا بڑائی کے پہنچانے والے سے بہتر ہے، امانت ٹہرے بہتر ہے اور مہر بدظنی سے بہتر ہے۔“

حضرت ابو ذر اور عمرؓ نے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں، بعد ازاں لوگ مسجد میں آنے لگے، بلال نے مغرب کی اذان دی، نبی علیہ السلام اور لوگ نماز کے لیے نکلے، جب نماز ہو چکی تو ذکر کرنے والوں کے حلقے بن گئے اور کچھ لوگ رسول اللہ کی باتیں سننے بیٹھ گئے، ابو ذر رسول اللہ کی باتیں سن رہے تھے وہ فرما رہے تھے:

”کتاب اللہ میں اگلوں پھلوں کی خبریں ہیں، حکمتیں ہیں، جو اسے چھوڑ دے گا خدا اسے توڑ دے گا اور جو اس سے علاوہ کہی اور کتاب سے ہدایت طلب کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا، وہ اللہ کی مضبوط راستی ہے، ذکر حکیم و عراط مستقیم ہے، خواہنا نفسانی کو یہاں راہ نہیں، زبان کے لٹکھڑانے کی یہاں جگہ نہیں، علما کبھی اس سے سیر نہ ہو سکیں گے اور یہ کتاب کبھی پرانی نہیں ہوگی، اس کے عجائبات ختم نہیں ہوں گے، جنات نے بھی اسے سنا تو کہا:

”ہم نے سنا ہے، قرآن، عجیب ہے، سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے لہذا ہم اس پر ایمان لے آئے“ جو شخص اس کے ساتھ کلام کرے گا سچ بات کہے گا، جو اس پر عمل کرے گا، اجر پائے گا، جو اس کے ساتھ حکم کرے گا عدل کرے گا، اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت پائے گا۔“

نماز عشا کے بعد لوگ مسجد سے لوٹ آئے، صرف اہل صفہ رہ گئے، رسول اللہ

گھر تشریف لے گئے اور اصحاب سو گئے، جب تہائی رات گزر گئی تو رسول اللہ  
 مسجد میں تشریف لائے اور ابو ہریرہؓ سے کہا ”میرے اصحاب کو بلاؤ“ ابو ہریرہؓ ہر  
 شخص کے پاس آئے اور جگایا، ابو ذرؓ کو بھی جگایا، سب لوگ رسول اللہ کے دروازے  
 پر جمع ہوئے، اجازت طلب کی، آپ نے اجازت دے دی، سب لوگ داخل  
 ہوئے، کوئی نہیں آدمی تھے، رسول اللہ نے ان کے سامنے جو کالنا من رکھا، اس  
 پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا:

”بسم اللہ کر کے کھاؤ، قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان  
 ہے کہ آلِ محمدؐ کو آج اس کے سوا کچھ نصیب نہیں ہوا۔“

انہوں نے جی بھر کے کھایا، پھر مسجد میں چلے گئے تاکہ سو جائیں، ابھی زمین سے  
 پہلو پھی نہ لگانے پائے تھے کہ نیند آگئی، سب بڑی گہری نیند سوئے، چاروں طرف  
 سکون چھا گیا اور ابو ذرؓ بھی سو گئے، آپ نے کپڑوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی تو آنکھیں  
 کھول دیں، دیکھا کہ رسول اللہؐ مسجد کی طرف آرہے ہیں، آپ غور سے دیکھنے لگے،  
 دیکھا کہ آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور نماز شروع کر دی، ابو ذرؓ نے ادھر کان لگا  
 دیے تو یہ آیت پڑھتے سنا:

ان تعذبہم فانہم عبادک وان تعذرلہم فانلذات العزیز الحکیم

اگر تو انہیں مبتلا عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو تو  
 غالب ہے، حکمت والا ہے۔

ابو ذرؓ برابر غور سے دیکھتے رہے، دیکھا کہ آپ ساری رات رکوع و سجود میں تھے  
 حتیٰ کہ صبح ہو گئی، آپ کو بڑا تعجب ہوا اور اس راز کی معرفت کے درپے ہو گئے، جب



رسول اللہ نماز پڑھ چکے تو ابو ذر بڑھے اور عرض کی :  
 ”یا رسول اللہ! آپ ساری رات یہ آیت پڑھتے رہے حتیٰ کہ رکوع و سجود  
 میں مشغول رہے۔“

”میں نے اپنے پروردگار سے شفاعت کی درخواست کی تھی سو اللہ نے  
 مجھے عطا کر دی، انشاء اللہ مجھے حق شفاعت ضرور ملے گا، اے اللہ  
 کے ساتھ شکر کرے۔“

## نصیحت

زمانے کی چکی گھومتی رہی، ابوذرؓ غزوہ خندق کے بعد، تمام غزوات میں شریک رہے، وہ بڑے بہادر تھے، تنہا راستہ روک لیتے تھے اور قافلہ پر غارت ڈال دیتے تھے گویا کہ وہ شیر ہیں، نبی علیہ السلام کے ساتھ غزوہ بنی لحيان اور غزوہ قرد میں شریک ہوئے۔ سب میں جب رسول اللہؐ غزوہ بنی المصطلق کے لیے نکلے تو ابوذر کو مدینہ کا حاکم بنایا۔ آپ بنو مصطلق سے مریض میں لڑے جو قیدیوں کے درمیان واقع ہے۔ رسول اللہؐ نے اس جنگ میں کفار کو شکست دی تھی۔

ابوذرؓ کا رسول اللہؐ کے نزدیک بڑا مرتبہ تھا چنانچہ ان کی موجودگی میں آپ ہمیشہ ابوذرؓ ہی سے ہر معاملہ کی ابتدا کیا کرتے اور اگر آپ موجود نہ ہوتے تو آپ کو دریافت فرمایا کرتے۔ ایک دن ابوذرؓ حاضر خدمت ہوئے آپ سفید کپڑا اوڑھے سو رہے تھے۔ پھر آئے تو آپ بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے ابوذرؓ سے فرمایا:

”جس نے لا الہ الا اللہ کہا، اور مر گیا وہ جنت میں گیا“

ابوذرؓ نے دریافت کیا ”اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے؟“

رسول اللہ نے فرمایا "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے"

ابو ذر نے پھر پوچھا "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے؟"

رسول اللہ نے پھر تکرار فرمایا "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے"

ابو ذر نے یہ بات عجیب سی محسوس کرتے ہوئے پھر سوال کیا:

"اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے؟"

رسول اللہ نے فرمایا "اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے، اگر ابو ذر اسے

نالیند کرتا ہے"

پھر دونوں مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب دونوں مسجد میں داخل ہوئے

تو آپ نے کہا:

"ابو ذر! سر اٹھایا"

ابو ذر نے سر اڑپ کر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک شخص سپید کپڑے پہنے ہوئے ہے، چند قدم

علی تھے کہ رسول اللہ نے فرمایا "ابو ذر! سر اٹھاؤ، ابو ذر نے سر اٹھایا تو ایک

شخص لپٹے پرانے کپڑے پہنے جا رہا تھا۔ رسول اللہ نے فرمایا:

"اے ابو ذر! اللہ کے نزدیک یہ تمام روئے زمین سے بہتر ہے"

ابو ذر مسجد میں رہے حتیٰ کہ وہیں رات گزارتے گویا مسجد نبوی ہی آپ کا گھر

تھا۔ ایک دن ایک شخص آیا تو آپ کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا تو وہ شخص بولا:

"اے ابو ذر! تیرا سامان کہاں ہے؟"

ابو ذر نے کہا:

"ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم اپنا اچھا اچھا سامان جمع کرتے رہتے ہیں"

” مگر جب تو یہاں ہے، یہاں بھی تو سامان کی ضرورت ہے۔“

” پھر تو گھر والا نہیں یہاں نہ رہنے دے گا۔“

ابوذر نے اس شخص کی طرف دیکھا اور کہا:

” بخدا اگر تم لوگ وہ بات جانتے جو میں جانتا ہوں تو نہ اپنی عورتوں کے

پاس جاتے، نہ بستر پر سوتے، بخدا میں تمنا کرتا ہوں کہ اللہ مجھے درخت بنا دیتا جس کے پھل لوگ کھا کرتے۔“

” کیا وہ بات تجھے دنیا میں جھٹھ لینے سے روکتی ہے؟“

” رسول اللہ نے فرمایا ہے ”تعجب ہے اس شخص پر جو ہمیشگی کے گھر کی تصدیق

کرتا ہے، پھر بھی تیاری، دھو کے کے گھر کی کرتا ہے۔“

وہ شخص چلا گیا، ابوذر مسجد کی طرف متوجہ ہوئے اور اندر داخل ہو گئے رسول اللہ

تہا بیٹھے تھے۔ آپ ان کے پاس جا بیٹھے تو رسول اللہ نے فرمایا:

” اے ابوذر! مسجد کے لیے بھی سلام ہے اور مسجد کا سلام یہ ہے کہ جب

داخل ہو تو دو رکعت پڑھو، جاؤ پڑھو۔“

ابوذر، نماز پڑھ کر پھر آ بیٹھے، آپ نے موقع کو غنیمت جانا، عرض کیا:

” یا رسول اللہ! آپ نے نماز کا حکم دیا ہے، تو نماز ہے کیا؟“

” بہترین چیز ہے کم ہو یا زیادہ۔“

” یا رسول اللہ! سب سے بہتر عمل کونسا ہے؟“

” ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ۔“

” کونسا مسلمان سب سے بڑا مسلمان ہے؟“

”جس کی زبان اور جس کے ہاتھوں سے لوگ سالم رہیں“

”یا رسول اللہ! کونسی ہجرت سب سے افضل ہے؟“

”گناہوں کا ترک“

”یا رسول اللہ! کونسی نماز بہتر ہے؟“

”طویل قنوت والی“

”یا رسول اللہ! روزہ کیا ہے؟“

”ایک فرسخ ہے جس پر جزا ملے گی اور اللہ کے ہاں بہت کچھ ملے گا“

”یا رسول اللہ! کونسا جہاد افضل ہے؟“

”جس کا گھوڑا زخم کھریا گیا اور جس کا خون بہا دیا گیا“

”یا رسول اللہ! کونسے غلام بہتر ہیں؟“

”جو سب سے گراں ہیں اور اللہ کے نزدیک اچھے ہیں“

”یا رسول اللہ! کونسا حدیقہ افضل ہے؟“

”غریب آدمی کا حدیقہ جو نادار کو دے“

”اللہ کی اتاری ہوئی آیتوں میں سے کونسی آیت آپ کے نزدیک سب سے

بڑی ہے؟“

”اے ابو ذر! آیت الکرسی اساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے

کسی میدان میں ایک حلقہ پڑا ہو“

”اللہ نے کتنی کتابیں اتاری ہیں؟“

”ایک سو چار کتابیں، تثیث پر پچاس، انخوع پر تیس، ابراہیم پر دس، موسیٰ پر

تورات سے پہلے دس صحیفے تارے تھے اور ان تورات، انجیل، زبور اور قرآن کو:

”یا رسول اللہ! ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے کیسے تھے؟“

”سب کہاوتیں تھیں۔“ اے غرور و صاحبِ سرطوت پادشاہ! میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ دنیا کو جمع کرنا ہے، میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ مظلوم کی پکار کو سُننے کیونکہ میں مظلوم کی پکار کو نہیں لوٹاتا اگرچہ وہ کافر ہی سے کیوں نہ ہو۔ اس میں ایک کہاوت یہ تھی، اگر انسان اپنی عقل پر کنٹرول رکھتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ کسی وقت تو اپنے رب سے مناجات کرے، کسی وقت محاسبہ کرے، کسی وقت عنایتِ الہی میں غور و فکر کرے، کسی وقت کھانے پینے میں لگے، عقلمند کو چاہیے کہ تین چیزوں کی طرف سفر کرے، آخرت کے توشے، معاش کی تلاش اور غیر محرم سے لذت لینے کے لیے، عاقل انسان کو چاہیے کہ زمانے پر نظر رکھے، اپنی حالت کی دیکھ بھال رکھے اور اپنی زبان کو محفوظ رکھے، جو شخص اپنے کلام اور اپنے عمل کو نگاہ میں رکھے اس کا کلام گھٹ جائے گا، بس بقدر ضرورت بات کرے گا۔“

”یا رسول اللہ! موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے کیسے تھے؟“

”سب عبرت پر مشتمل تھے مثلاً مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر یقین رکھتا ہے اور پھر خوش ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو آگ پر یقین رکھتا ہے اور پھر منستا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو تقییر پر یقین رکھتا ہے پھر غم کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جس نے دنیا، اس کے انقلابات اور اس کی غداری دیکھی پھر مطمئن ہو بیٹھا، تعجب ہے اس شخص پر جو حساب پر یقین رکھتا ہے پھر بھی عمل نہیں کرتا۔“

”یا رسول اللہ! مجھے نصیحت کیجیے۔“

”میں تجھے اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ یہی سب کی جڑ ہے۔“

”یا رسول اللہ! اور؟“

”تلاوتِ قرآن کو لازم پکڑ لو کیونکہ یہ زمین کا نور اور آسمان کا ذکر ہے۔“  
 ”زیادہ ہنسنے سے بچ کیونکہ دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے کی رونق نائل ہو جاتی ہے۔“

”یا رسول اللہ! اور کچھ فرمائیے۔“

”ہمیشہ خاموش رہو، الایہ کہ کوئی بھلائی کی بات ہو کیونکہ اس سے شیطان دور رہتا ہے اور دینی امور پر مدد ملتی ہے۔“

”یا رسول اللہ! مزید؟“

”غریبوں سے محبت کرو اور ان کے ساتھ بیٹھا کرو۔“

”یا رسول اللہ! کچھ اور عطا ہو۔“

”نیچے والے کی طرف دیکھو اور پر والے کی طرف مت دیکھو کیونکہ ایسا کرنے سے نعمت الٰہی ناکاہوں میں کم نہیں معلوم ہوتی۔“

”یا رسول اللہ! کچھ اور زیادہ کیجئے۔“

”اہلِ قرابت سے صلح رکھی کرو اگرچہ وہ قطعِ رحمی کریں۔“

”یا رسول اللہ! اور؟“

”اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت ڈرو۔“

”یا رسول اللہ! کچھ اور۔“

”حق کہہ کر چلنا اور۔“

”یا رسول اللہ! اور کچھ فرمائیے۔“

”اگر تو اپنے نفس کو پہچانتا ہے تو لوگوں سے محفوظ رہے گا، تو جو کچھ کرتا ہے اس سے اُن پر غصہ نہیں کرے گا، یہی عیب تیرے لیے کافی ہے کہ تو لوگوں کی باتوں کو جانتا ہو اور اپنے نفس سے غافل ہو، کیا تو اپنے لیے پر اُن سے غصہ رکھتا ہے؟“

پھر اپنا ہاتھ ابو ذر کے سینہ پر مارا اور کہا:

”اے ابو ذر! کوئی عقل تدبیر کی طرح نہیں، کوئی پرہیزگاری، ترک سے بہتر

نہیں اور کوئی عین، حسن اخلاق سے بہتر نہیں۔“



## چائپ مگہ

رسول اللہ خاموش مسجدا میں بیٹھے ہوئے تھے، تمام لوگ آپ کے ارد گرد خاموش بیٹھے تھے، خیال تھا کہ آپ پر وحی نازل ہوگی لہذا لوگ کچھ نہ بولے، وقت گزر گیا، سب تموں کی طرح خاموش بیٹھے تھے کہ ابو ذر آئے اور آپ کے پاس جا بیٹھے، رسول اللہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”اے ابو ذر! کیا آج کے دن تو نے نماز پڑھی ہے؟“

”نہیں۔“

”جا اور نماز پڑھ۔“

ابو ذر گئے اور چاشت کی چار رکعتیں پڑھیں۔ رسول اللہ آپ کی طرف متوجہ

ہوئے اور فرمایا:

”اے ابو ذر! جن اور انس کے شیاطین سے پناہ مانگ۔“

”اے پیغمبر خدا! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟“

”ہاں، جن و انس کے شیاطین ایک دوسرے کی طرف آراستہ پیراستہ دھوکے

کی باتوں کی وحی کرتے ہیں۔“

نبیؐ بھی خاموش ہو گئے اور ابو ذرؓ بھی، پھر آپ نے فرمایا:  
 ”اے ابو ذر! کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ بتا دوں جو حجت کی کنجیاں ہیں؟“  
 ”کیوں نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے۔“  
 ”کہہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔“

عمر بن سالم خزامی مسجد میں داخل ہوئے اور فوراً رسول اللہؐ کی خدمت میں  
 ہو کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی:  
 ”یا رسول اللہ! قریش نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا۔“  
 مسجد والے ہر طرف سے پوچھ گچھ کرنے لگے:  
 ”کیسے؟ کیسے؟“

”میرا قبیلہ خزامی آپ کے عہد میں داخل ہوا تھا اور بنو بکر قریش کے حبیب بنے  
 تھے، آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اور بنو بکر کے درمیان پرانی عداوتیں تھیں جو صلح  
 حدیبیہ کے بعد دب گئی تھیں، جب تم لوگوں کو جنگ موتمہ میں روم کے مقابلہ پر شکست  
 ہوئی تو قریشیوں کو یہ خیال آیا کہ اب تمہاری طاقت ختم ہو گئی اور اس غزوہ کے  
 بعد اب تم اٹھ نہ سکو گے لہذا انھوں نے بنو بکر کو بھڑکایا، ایک رات ہم اپنے ایک  
 چشمہ پر تھے کہ بنو بکر نے اچانک حملہ کر دیا اور ہمارے چند آدمی قتل کر دیے لہذا میں  
 اے پیغمبر خدا! آپ کے پاس مارو کے لیے آیا ہوں تاکہ آپ ظالموں کے خلاف  
 ہمارا ساتھ دیں۔“

رسول اللہ نے فرمایا ”اے عمر بن سالم ہم تمہاری ضرورت دیکھیں گے۔“  
 تھوڑی دیر آپ سر جھکائے رہے، آپ نے سوچا کہ اب سوائس فتح مکہ کے

کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔ آپ نے تمام جزیرہ عرب میں قاعد بھج دیے کہ مارو کے لیے تیار ہو جائیں۔

نبی علیہ السلام فتح مکہ کی تیاری کرنے لگے، آپ سوچنے لگے کہ کسی طرح مکہ کو بغیر خون بہائے فتح کرنا چاہیے۔ مختلف راہیں سوچنے کے بعد آپ نے طے کیا کہ اس کے نیچے بہترین وسیلہ یہ ہے کہ اہل مکہ پر اچانک حملہ کر دیا جائے کہ وہ <sup>فجعت</sup> نہ کر سکیں اور سلامت رہیں، لوگ جنگ کی تیاری کرنے لگے، انہیں معلوم نہ تھا کہ کدھر کا ارادہ ہے۔

حضور اور ابوذر لوگوں کو بتانے کے لیے نکلے کہ مکہ کی طرف کوچ ہو گا تا کہ بیت الحرام پر قبضہ کیا جائے جسے اللہ نے مبارک اور سبب ہدایت بنا یا ہے، اس درمیان میں کہ آپ راہ میں تھے بھکے اور آپ نے ایک درخت کی دو شاخیں جھکائیں تو ان سے پتے جھڑنے لگے۔ رسول اللہ نے فرمایا:

”اے ابوذر!“

”بیک یا رسول اللہ!“

”مسلمان لوجہ اللہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے

اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔“

دونوں چلے گئے کہ قوم تک پہنچ گئے، رسول اللہ نے انہیں مکہ کی طرف کوچ

کرنے کو بھڑکایا، اور اللہ سے دعا کی کہ قریش کے جاسوسوں کو پتہ نہ چلے کہ انہیں

مسلمانوں کی روانگی سے متعلق کچھ علم ہو۔

مسلمانوں کا لشکر مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوا، یہ لشکر اتنا بڑا تھا کہ اتنا بڑا لشکر

کبھی جمع نہیں ہوا تھا۔ ابو ذر پوسے راستہ رسول اللہ کی خدمت کرتے چلے کہ کبھی آپ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ ابوسفیان خبر میں لینے کے لیے نکلا، اس نے جگہ جگہ آگ روشن دیکھی اور اتنا تعظیم الشان لشکر دیکھا کہ کبھی ایسا لشکر نہ دیکھا تھا۔ وہ رسول اللہ کے چچا حضرت عباسؓ سے ملا اور دریافت کرنے لگا حضرت عباسؓ نے کہا:

”رسول اللہ لوگوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں، صبح لوگوں کا ارادہ زبردستی مکہ میں داخل ہونے کا ہے۔“

ابوسفیان رسول اللہ کا لشکر دیکھ کر پریشان ہو گیا وہ ڈرا کر یہ لشکر مکہ میں داخل ہو گا تو کیا ہو گا، لہذا حضرت عباسؓ سے کہنے لگا مجھے پناہ دیجئے، حضرت عباسؓ نے اُسے رسول اللہ کے پتھر پر اپنے پیچھے سوار کر لیا، راہ میں حضرت عمرؓ نے اُسے دکھا تو جلدی سے رسول اللہ کے خیمے کی طرف گئے اور اس کی گردن مارنے کی اجازت طلب کی مگر حضرت عباسؓ نے کہا:

”یا رسول اللہ! میں اسے پناہ دے چکا ہوں۔“

رسول اللہ نے فرمایا ”اے عباسؓ! اسے اپنے کچا دوسے کی طرف لے جاؤ، صبح ہوتے لانا۔“

صبح میں تہلج بن امیہ رسول اللہ کے پاس آئے، ابوسفیان کو لایا گیا تو نبی علیہ السلام نے کہا:

”اے ابوسفیان! تجھ پر افسوس ہے کیا وقت نہیں آیا کہ تویہ جانے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے؟“

”میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کس قدر حلیم، کریم اور صلہ رحمی کرنے

وائے ہیں، قسم بخدا اب مجھے یقین ہو گیا ہے اگر اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہ ہوتا تو ضرور میری مدد کرتا۔“

”افسوس ہے تجھ پر اے ابوسفیان! کیا وقت نہیں آیا کہ تو جانے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔“

”میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کتنے حلیم، کتنے کریم اور کتنے جلیل رحمی کرنے والے ہیں، قسم بخدا اب تک اس بارے میں دل میں کچھ شک ہے۔“  
حضرت عباسؓ ابوسفیان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے اسلام کا مطالبہ کیا کہیں گردن نہ مار دی جائے تو اس کے لیے اسلام لانے کے سوا چارہ کار نہ رہا۔

مسلمانوں کے لشکر مکہ کی طرف متوجہ ہوئے، رسول اللہؐ ذی طویٰ پر کھڑے ہوئے، مکہ کی سمت دیکھا تو دیکھا کہ اہل مکہ مقابلہ نہیں کر سکتے تو آپ سجدے میں گر پڑے پھر مکہ کے بالائی حصہ میں اترے، ابوذر ایک گن لائے جس میں پانی تھا۔ اس گن میں کچھ آٹا لگا ہوا تھا، ابوذر نے نبی علیہ السلام کے لیے پردہ کیا اور اپنے غسل فرمایا، پھر رسول اللہؐ نے ابوذر کے لیے پردہ کیا اور انھوں نے غسل کیا اور کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے اونٹنی پر سات چکر لگائے جب طواف کر چکے تو کعبہ کا دروازہ کھول دیا گیا، رسول اللہؐ اس کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے دریافت کرنے لگے:

”اے اہل قریش! کیا سمجھتے ہو کہ میں آپ کے ساتھ کیا کر دوں گا؟  
وہ بولے ”آپ بہتر ہی کریں گے، آپ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔“

”جاؤ تم آزاد ہو“

پھر آپ کعبہ میں داخل ہوئے بتوں کی طرف ایک پھڑکی سے اشارہ کرتے  
جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے، حق آیا اور باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کے لیے  
ہے۔ بت، سر اور لاشیت کے بل اوندھے گرا دیے گئے۔ ابو ذر نے چلانے والوں  
کے ساتھ چلا کر کہا:

”کہہ دو، آگیا حق اور باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کے لیے ہے۔“

## ابوذریٰ ہو

تمام قبائل آپ کے فرماں بردار ہو گئے اور لوگ اسلام میں داخل ہو گئے، اسلامی جھنڈا تمام جزیرہ عرب پر لہرانے لگا۔ رسول اللہ نے عہد قات کی وصولی یابی کے لیے حاکم مقرر کیے۔ لوگوں میں تو نگرہی آگئی اور ہر طرف خوش حالی پھیل گئی، لوگ اچھا کھانے پینے لگے مگر ابوذر اپنی سابقہ حالت ہی پر رہنے ان کا کھانا حسب سابق بخور ہی کاتھا۔

ایک دن ابوذر زندہ گئے، وہاں ہر عتہ تک قیام کیا پھر مدینہ لوٹے، فوراً رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خانوش ملیٹھ گئے۔

رسول اللہ نے فرمایا: "اے ابوذر؟"

ابوذر نے کچھ جواب نہ دیا۔

رسول اللہ نے فرمایا: "اے ابوذر! میرے تو!"

ابوذر دھیمی آواز سے بولے "میں ناپاک ہوں۔"

رسول اللہ نے باندی کو آواز دی وہ پانی لائی، ابوذر نے غسل کیا، پھر حاضر خدمت

ہوئے اور رسول اللہ کے برابر بیٹھ گئے، رسول اللہ نے فرمایا:

”مٹی کافی ہے، گوبرس ما برس پانی نہ ملے، ہاں جب پانی مل جائے تو غسل  
کر لینا چاہیے“

رسول اللہ ابو ذر کو نصیحتیں کرنے لگے۔ ابو ذر خورد سے سُن رہے تھے حتیٰ کہ ابن  
الکلبیہ آئے وہ اذی تھے، رسول اللہ نے انہیں حدیقات وصول کرنے کے لیے بھیجا  
تھا، اُن کے پاس جو کچھ مال تھا اس کے دو حصے کر دیے اور کہا،  
”یہ آپ لوگوں کا ہے اور یہ مجھے بطور ہدیہ ملا ہے“

رسول اللہ کے پیرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے، ابو ذر بھانپ گئے اور اُن  
سے پوچھا:  
”تجھے کیسے ہدیہ ملا؟“

رسول اللہ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:  
”اما بعد! میں تم میں سے کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتا ہوں تو وہ میرے پاس آکر  
کتاب ہے کہہ تمہارا ہے اور یہ میرا ہے جو مجھے ہدیہ ملا تھا تو وہ اپنی مال کے گھر کیوں نہ  
بیچ رہا کہ لوگ اسے ہدیے دیتے، قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری  
جان ہے تم میں سے جو کوئی بھی اس مال میں سے کچھ لے گا وہ قیامت کے دن اُسے  
گردن پر اٹھائے ہوئے لائے گا، اگر اونٹ ہو گا تو وہ بلبلا تا ہوا آئے گا اور گائے  
ہو گی تو ڈکرائی آئے گی اور بکری ہو گی تو میاٹی آئے گی“

ابن الکلبیہ جو کچھ لائے تھے سب حوالے کر دیا اور اس میں سے کچھ بھی نہیں  
لیا۔ ابو ذر نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا:  
”یہ کام بہتر ہے“



وہ بولے ”مجھے معلوم نہ تھا“

اور انہوں نے سر جھکا لیا، ابو ذر نے کہا ”ختم نہ کرنا اچھی طرح جان لے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں، اس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے جسے یقین حاصل نہیں“

پھر کہا ”جا اور رسول اللہ سے معذرت کر“

ابن ابی لیلیٰ نے رسول اللہ کی خدمت میں گئے اور معذرت کی، معافی چاہی۔ رسول اللہ

نے فرمایا، اللہ فرماتا ہے :

”اے میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گناہ گار ہے مگر جسے میں بخش دوں، مجھ سے معفرت چاہو میں معاف کر دوں گا جو شخص مجھ سے معاف ہے کہ میں بخشے پر قادر ہوں اور مجھ سے معفرت کا طالب ہو میں اسے بخش دیتا ہوں۔“

تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے مگر جسے میں ہدایت دوں اور ہر ایک فقیر ہے مگر جسے میں غنی کر دوں، مجھ سے مانگو کہ میں تجھے لوگوں کو دوں، اگر تمہارے

اول، آخر، زندہ، مرنے، خشک اور تر شتی بن جائیں تو میری سلطنت سے کچھ بھی کم نہیں کر سکتے، اور اگر سب متقی ہو جائیں تو چھڑکے پر کی برابر بھی اٹھانہ

نہیں کر سکتے، اور اگر تمہارے اول، آخر، زندہ، مرنے اور رطب و یابس سب مان کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی آرزو دے دوں تو میری ملکیت

سے کچھ بھی کم نہیں کر سکیں گے جیسے کوئی سمندر میں سوئی ہو کہ نکال لے میری سلطنت میں کمی نہیں آسکتی اس لیے کہ میں سخی، بزرگ، محمود ہوں میری بخشش

کلام ہے، میرا عذاب کلام ہے، جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں تو کہتا ہوں

ہو جاتا تو وہ ہو جاتی ہے۔“

نبی علیہ السلام اُٹھے اور چلے گئے، اب لوگوں میں بات چیت ہونے لگی، ابوذر  
 زہد کی بزرگی بیان کرنے لگے، لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینے لگے، فانی دنیا کی  
 تحقیر کرنے لگے اور ان لوگوں کو خوش خبری سنانے لگے جو فقیروں کی غم خواری کرتے  
 ہیں، راہِ خدا میں دیتے ہیں کہ انھیں عقیقتیں ملیں گی جن کا عرض آسمان و زمین ہے، جن  
 کے سچے نہریں بہتی ہیں، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔  
 لوگ واپس جانے لگے تو ابوذر رسول اللہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، رسول اللہ  
 چلے جا رہے تھے، وجیہ کلبی کی صورت میں جبریلؑ آپ کے ساتھ تھے، آپ نے سلام  
 نہ کیا تو جبریلؑ نے کہا:

”یہ ابوذر ہیں، اگر سلام کرتے تو ہم سلام کا جواب دیتے۔“

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

”اے جبریل! کیا تم انھیں جانتے ہو؟“

”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے وہ ساتوں آسمانوں

میں زمین کی نسبت سے زیادہ مشہور ہیں۔“

”یہ مرتبہ انھوں نے کیسے پایا؟“

”اس فانی دنیا میں زہد کی وجہ سے۔“



نبی علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ سلطنتِ روم نے ملکِ شام میں بڑی فوج جمع کی ہے

پہرقل نے اپنے ملازموں کو ایک سال کا خرچ دیا ہے، لحم، بزازم، عاقلہ اور عثمان جنگ

کے لیے نکلے ہیں اور ہر قتل جو زیورہ عرب کے شمالی حصہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے تاکہ اہل عرب کا نام و نشان مٹا دے اور مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ کر دے، لہذا رسول اللہ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک جانا ہے کیونکہ مدینہ اور شام کے درمیان لمبا سفر تھا، مگر اور قبائل عرب کی طرف بھی قاصد روانہ کیے انھیں صحیفہ کا حکم دیا اور امیروں سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مال سے مسلمانوں کے لشکر کے تیار کرنے میں مدد دیں۔

ابو ذر کو پتہ تھا کہ نبی، روم سے جنگ کرنے کے لیے تبوک جائیں گے لہذا انھوں نے تیاری شروع کر دی مگر اپنے اونٹ کو زار و زار پایا، وہ اتنی لمبی مسافت طے نہیں کر سکتا تھا، وہ اپنے دل میں کہنے لگے:

”میں کیوں نہ اسے چند دنوں خوب چارہ کھلاؤں پھر نبی علیہ السلام کی طرف چلوں۔“

گہری سخت تھکی اور سفر لمبا تھا لہذا کمزور ایمان والے مدینہ کے قیام کے لیے بہانہ کرنے لگے تاکہ جہاد کے لیے نکلنا نہ پڑے بعض تہی دست رسول اللہ کے پاس آئے کہ ہمیں سواری کے جانور دیجیے۔ رسول اللہ نے فرمایا ”میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔“

وہ لوگ غم سے آنسو بہاتے واپس لوٹ گئے۔

ہر طرف سے لوگ آنے لگے مسلمان مدینہ میں جمع ہوئے، ابو ذر بھی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آئے، مسلمان جہاد کے لیے نکلے گہری سخت تھکی اور ایک ایک اونٹ پر تین تین آدمی سوار تھے مگر مناق شہر سے باہر نہ نکلے۔

لشکر چلا، غبار اُڑا، گھوڑے مہنہ نائے، اونٹ بلبلائے اور عورتیں پھینکیں پر چڑھ گئیں تاکہ اسلامی لشکر کو جاتا ہوا دیکھیں جو شام کی طرف سخت گرمی، دھوپ، بھوک اور پیاس کے دونوں میں راہِ خدا میں بہادری کرنے کے لیے جا رہا تھا۔

سُورج آسمان کے بیچوں بیچ بند تھا، اس کی شعاعیں مسلمانوں کے چہروں کو جھلسا رہی تھیں، لوگوں کے جسموں سے پسینہ جاری تھا، تمام لوگ گرمی سے تنگ آ گئے تھے، کمزور ایمان والے تو بہت ہی بولی ہو رہے تھے۔ کعب بن مالک لوٹ پڑا اور مدینہ کو واپس چلا گیا تو اصحابِ رسول نے رسول اللہ سے عرض کی:

”یا رسول اللہ کعب لوٹ گیا“

”جانے دو اگر اس میں بھلائی ہوگی تو آپ سے آملے گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ نے تمہیں اس کے شر سے بچا دیا“

لشکر چلا جا رہا تھا، ابو ذر کا اونٹ پیچھے رہ گیا اور وہ لشکر میں شامل نہ ہو سکے، مسلمانوں نے رسول اللہ سے عرض کی:

”یا رسول اللہ! ابو ذر پیچھے رہ گیا“

”چھوڑو، اگر اس میں بہتری ہے تو تم سے آملے گا اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو اللہ نے تمہیں اس سے محفوظ کر دیا“

لشکر برابر منزل میں مارتا چلا گیا اور ابو ذر پیچھے رہ گئے۔

کیا ابو ذر نبی کا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں؟ اور کیا وہ مدینہ واپس لوٹ جائیں گے؟ ہرگز نہیں، ابو ذر کیسے اپنے محبوب نبی کا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں نہ وہ منافقوں کے ساتھ مدینہ واپس جاسکتے ہیں۔ وہ سخت پیاسے ہیں۔ انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ دم نکلا جا

رہا ہے، پانی ساتھ نہیں ہے مگر پانی اور جاننا مدنیہ جانے سے بہتر ہے۔ اونٹ چلتا نہیں  
 اٹھوں نے اُسے بہت ڈانٹا ڈپٹا کہ کسی طرح نبی سے جا ملیں مگر کہاں وہ بلا بھی نہیں  
 تو پھر اب کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ اونٹ کو چھوڑ کر سامان پشت پر رکھ کر دوڑنے  
 لگے تاکہ غازیوں سے جا ملیں یا راہ میں مر جائیں۔

ابو ذر پشت پر سامان بھرے رسول اللہ کی طرف روانہ ہوئے، گو وہ پیاس  
 اور تھکن سے چوڑ ہو چکے تھے مگر ان کا دامن دل ان کی ڈھارس باندھ رہا تھا۔ او  
 بتا رہا تھا کہ تنگی کے بعد کشادگی آتی ہے لہذا آپ کا دل قوی ہو جاتا اور سختیوں کے  
 برداشت کی طاقت پیدا ہو جاتی، آپ کو باندھتے اور منزل مقصود کی طرف قدم بڑھا  
 جاتے۔

مسلمانوں کا لشکر لپٹ اور بلند زمینوں کو قطع کرنا جا رہا تھا، سورج اٹھیں ہی  
 جلاوینے والی شعاعوں سے گھلس رہا تھا، بیروک پہننے سے پہلے پانی ختم ہو گیا تو لوگ  
 اتر پڑے وہ سخت پیاسے تھے، ان کا دم نکلا جا رہا تھا، پانی کی تلاش کی تو پانی نہ  
 پایا، وہ غور کرنے لگے کہ کیا کریں اور مشورے کرنے لگے۔ بہت سے مسلمان پیاس  
 پر صبر نہ کر سکے لہذا اٹھوں نے اونٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا تاکہ ان کے  
 شکر میں سے پانی نکال کر پیئیں۔ ابو بکرؓ رسول اللہ کے پاس گئے اور عرض کی کہ  
 حضور اللہ سے دعا فرمائیں۔

”یا رسول اللہ! اللہ آپ کی دعا سنتا ہے، ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے  
 نبی علیہ السلام نے فرمایا ”کیا آپ کی یہی خواہش ہے؟“  
 صدیق نے کہا ”ہاں“۔

نبی نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا مانگنے لگے اے اللہ! میرے بچے نہ کیے تھے کہ بادل آگئے اور برسے لگے، لشکر میں زندگی کی لہر دوڑ گئی، مسلمان تکبیر و تہلیل کرتے لگے، اٹھوں نے خوب پانی پیا، اپنے اپنے برتن بھر لیے اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگے، بعض لوگ دیکھے لگے کہ بارش کہاں تک ہے تو دیکھا کہ صرف لشکر کی حد تک ہی ہے۔

مسلمان خوب سیراب ہوئے اور ان کی پیاس بجھ گئی جبکہ ابو ذر تمنا سفر کر رہے تھے وہ پیاس سے نڈھال تھے پانی پاس نہ تھا پھر بھی انہیں پانی کی اس قدر پروا نہ تھی جتنی کہ رسول اللہ کے دیدار کی تشنگی تھی۔

ابو ذر نے دُور سے مسلمانوں کا لشکر دیکھا تو مردہ آرزو میں زندہ ہو گئیں، وہ اپنے جسم میں ایک کپڑی سی محسوس کرنے لگا کہ پر ہوتے تو اڑ جاتے کیونکہ وہ اس امر کی طاقت نہ رکھتے تھے کہ رسول اللہ ان کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی کریں یا یہ خیال کریں کہ آپ جہاد سے پیٹھ رہنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہے یا واپس ہونے والوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے، ابو ذر کیسے واپس لوٹ سکتا ہے؟ ابو ذر رسول اللہ کا ساتھی کیسے راہِ خدا میں جہاد کرنے سے باز رہ سکتا ہے۔

ایک مسلمان نے دُور سے ایک آدمی آتا ہوا دیکھا تو کہا:

”یا رسول اللہ! سامنے ایک آدمی تھا آ رہا ہے۔“ رسول اللہ نے فرمایا:

”ابو ذر ہی ہو۔“

لوگ بخورد دیکھنے لگے، جب وہ شخص قریب آیا تو پکارے:

”یا رسول اللہ! یہ تو سچا ابو ذر ہیں۔“

”اللہ ابو ذر پر رحم فرمائے، تنہا چلے گا، تنہا مرے گا اور تنہا ہی روز قیامت میں اٹھایا جائے گا۔“

رسول اللہ ان کی طرف بڑھے سامنے آئے تو بہت خوش ہوئے،  
 ”اے ابو ذر! اللہ نے تیرے ہر قدم کے بارے تیرا ایک گناہ معاف کر دیا۔“  
 رسول اللہ نے ہاتھ بڑھایا سامان ان کی پشت سے اتارا، ابو ذر بھوک پیاس  
 اور تھکن کی وجہ سے غش کھا کر گئے، پھر پانی طلب کیا اور پانی پیا۔  
 مسلمانوں نے روانگی شروع کی، رسول اللہ تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ تبوک  
 پہنچے، دس ہزار گھوڑے آپ کے ساتھ تھے، اپنے ہمیں رات تبوک میں قیام کیا اور  
 قصر کے ساتھ نماز پڑھتے رہے، جب کافروں کی طرف سے کچھ بھلی عمل میں نہ آیا تو آپ  
 واپس لوٹ آئے، نویں رمضان مدینہ پہنچے اور فرمایا:  
 ”اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس سفر پر اجر عطا فرمایا۔“

# ایک

حجۃ الوداع کے بعد ابو ذر مکہ سے لوٹے تو بہت متفکر تھے۔ وہ یاد کرنے لگے کہ ایک دن وہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے لیے روانہ ہوئے، پھر آپ نے ارکان حج پورے کیے، ایک جامع خطبہ دیا، اس طرح آپ مختلف باتوں پر غور کرنے لگے۔ آپ کے کانوں میں وہ فقرہ گونج رہا تھا "آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اپنا احسان تم پر پورا کیا اور میں نے تمہارے لیے دین اسلام کو پورا کیا" یہ خیال آتے ہی آپ بڑے غمگین ہو گئے کیونکہ اٹھیں لقمین ہو چکا تھا کہ رسول اللہ اپنی رسالت کو پورا کر چکے اور اب بقدرتِ الہی وقت رہ گیا ہے کہ آپ اس دنیا میں ہیں پھر آپ رفیقِ اعلیٰ سے مل جائیں گے۔ ابو ذر ان غم انگین تفکرات سے طول ہو گئے، آپ رسول اللہ کی جدائی کے بارے میں کچھ سوچ نہ سکتے تھے اور کیسے سوچ سکتے جبکہ آپ رسول اللہ کی آمد کے وقت سے کبھی ان سے جدا نہیں ہونے لگے۔ کاش ابو ذر پہلے ہی مر جاتے مگر جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس قسم کے خیالات آتے ہی نبی کی ملاقات کا شوق چڑھ آیا، اٹھے اور گھر سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔



رسول اللہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے، جب  
خاموش تھے، روانہ ہونے کے لئے انہوں نے اصحاب کو آپ کے ارد گرد دیکھا تو  
ایک نے دوسرے سے کہا: "اصحاب رسول کو دیکھو یہ چنانچہ مخصوص لوگ ہمیشہ آپ  
کے ساتھ ہی رہتے ہیں بہت کم ان میں سے کبھی ایک دو آدمی کم ہوتا ہے..."

دوسرا بولا:

"یہ آپ کے مقرب اصحاب ہیں۔"

"دیکھتے ہو آج ایک کم ہے۔"

"بتاؤ کون کم ہے؟"

اب انہوں نے اصحاب رسول کو غور سے دیکھا تو پہلے نے کہا:

"ابو ذر نہیں ہیں۔"

"نشا یا کسی غم و رنجی کام سے گئے ہوں۔"

"تم نے دیکھا رسول اللہ ان سے بہت محبت کرتے ہیں۔"

"ہاں، جب وہ موجود ہوتے ہیں تو رسول اللہ ان ہی سے تقسیم کی ابتدا کرتے

ہیں اور جب نہیں ہوتے تو ان کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔"

"یقیناً وہ اس محبت و شفقت کے لائق ہیں کیونکہ نیک انسان ہیں۔"

"رسول اللہ ان سے بنا پرزہا کے محبت کرتے ہیں۔"

اتنے میں حضرت بلال شریف لائے، غصہ ان کے چہرے سے ٹپک رہا تھا سلام

کیا اور عرض کی:

"یا رسول اللہ! میرے اورد ابو ذر کے درمیان آج جھگڑا ہو گیا کیونکہ انہوں نے

مجھے ”اے سرخ عورت کے بیٹے کوہ کی پکارا“

ابو ذر آئے تو رسول اللہ نے ان سے کہا:

”ابو ذر! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج تو نے اپنے بھائی کو اس کی ماں کے بارے

میں عار دلائی ہے“

”اٹھوں نے کہا، ہاں“

”ابو ذر! تجھ میں جاہلانہ باتیں پائی جاتی ہیں، ابو ذر! ذرا سہرا لٹھا اور دیکھ، اچھی

طرح جان لے کہ تو کانٹے، گورے یا سرخ رنگ والے، کسی سے بھی افضل نہیں

ہے ہاں اگر فقیریت حاصل کر سکتا ہے تو صرف اپنے اعمال سے“

ابو ذر نے سر جھجکا لیا، اٹھیں یقین ہو گیا کہ اٹھوں نے بلالؓ کے ساتھ بڑا کیا ہے،

وہ رسول اللہ کے غصہ سے ڈر گئے اور لیٹ کر ابو بلالؓ سے کہنے لگے:

”بلال! اٹھ میرے رخساروں کو جو توں سے روند ڈال“

بلال جلدی سے دوڑے، ابو ذر کو سلام کیا اور اٹھیں معاف کر دیا، ابو ذر خاموش

رہے حتیٰ کہ رسول اللہ نے دریافت کیا ”کہ کیوں گالی دی تھی“ ابو ذر نے کہا:

”مجھے اٹھوں نے ناراض کر دیا تھا“

رسول اللہ نے فرمایا، جب غصہ آئے کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ، بیٹھے ہوئے

ہو تو لیٹ جاؤ۔ پھر بات لوگوں میں چل پڑی، رسول اللہ ابو ذر کی طرف متوجہ ہوئے

اور کہا:

”کیا میں تجھے ایسا عمل نہ بتا دوں جو جسم کے لیے ہلکا ہو اور میزان میں بھاری ہو؟“

ابو ذر نے کہا ”خورد، یا رسول اللہ!“

فرمایا ”خاموشی، حسن اخلاق اور سیکار چیزوں کا ترک“  
 اب اصحاب رسول اپنے اپنے گھر جانے لگے، ابو ذر رسول اللہ کے ساتھ نہیں،  
 دونوں ساتھ ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بازار میں جا پہنچے، اٹھوں نے لوگوں کو تجارت  
 میں مشغول پایا، رسول اللہ ابو ذر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:  
 ”اے ابو ذر! میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو وہ  
 ان کے لیے کافی ہو۔“

ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب  
 ”جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے ایک راہ بنا دیتا ہے اور ایسی جگہ  
 سے رزق دیتا ہے کہ اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔“

دونوں آگے بڑھے رسول اللہ ابو ذر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:  
 ”ابو ذر! تو ایک نیک انسان ہے، میرے بعد تجھ پر ایک مصیبت پڑے گی۔“  
 ”اللہ کی راہ میں؟“

”ہاں اللہ کی راہ میں؟“  
 ابو ذر مطلقاً گھبرائے کیونکہ رسول اللہ کا جواب ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی  
 بنا، آپ نے ایک نیک انسان کی طرح فرمایا:  
 ”میں حکم الہی کو مبرا جانتا ہوں۔“

رسول اللہ بیمار ہوئے اور اپنی بیویوں سے حضرت عائشہ کے حجرہ میں رہنے  
 کی اجازت طلب کی اٹھوں نے اجازت دے دی۔ ایک دن ہوش آیا تو حضرت عائشہ

سے فرمایا "میرے ان دوستوں کو بلاؤ جو مسجد میں رہتے ہیں۔"  
عائشہؓ نے آدمی بھیجا وہ لوگ آئے اور ابو ذرؓ بھی آئے، سلام کر کے بیٹھ گئے،  
آپ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

"مرحباً اللہ تمہیں سلامت رکھے، رحم فرمائے، محفوظ رکھے، تمہاری مدد کرے،  
تمہیں رزق دے، تمہیں منافع عطا کرے، طاقت دے اور بچائے، میں تم لوگوں کو  
اللہ سے ڈرنے کی وعیت کرتا ہوں اور تمہارے بارے میں اللہ سے درخواست کرتا  
ہوں کہ وہ تمہارا نگران رہے اور تمہیں اللہ سے ڈراتا ہوں۔ میں تمہارے لیے ڈرانے  
والا ہوں، اللہ کے بندوں اور اس کے ملکوں پر دست درازی نہ کرنا کیونکہ وہ فرماتا ہے:

تلك الدار الاخرة زجلا للذین لا یویدون علوا

فے الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین

"یہ دارِ آخرت ان لوگوں کے لیے ہے جو زمین میں بڑائی نہیں چاہتے نہ فساد  
چاہتے ہیں اور آخرت پر سیزگاروں کے لیے ہے۔"

پھر رسول اللہؐ خاموش ہو گئے اور سب خاموش ہو گئے پھر آپؐ فرمایا:

"کیا متکبروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟"

پھر خاموش ہو گئے اور سارے حجرے میں سکوت چھا گیا، پھر فرمایا:

"فراق کا وقت قریب آگیا، اللہ کی طرف، جنت کی طرف، سدرۃ المنتہیٰ کی طرف

رفیقِ اعلیٰ کی جانب اور مبارک عیش کی طرف جانے کا وقت آگیا۔"

ایک شخص بولا "یا رسول اللہ! آپ کو کون غسل دے گا؟"

فرمایا "میرے گھر والے اور میرے قریبی۔"

دوسرا بولا "یا رسول اللہ! ہم آپ کو کس چیز کا کفن دیں؟"  
 فرمایا "میرے انہی کپڑوں میں یا مصری کپڑوں میں یا مینہی چادر میں۔"  
 تیسرا بولا "یا رسول اللہ! آپ کے جنازے کی نماز کون پڑھائے گا؟"  
 ابو ذر سے مضبوط ہو سکا، آنسو ڈبڈبائے، غم کو چھپانہ سکے اور پھوٹ پھوٹ کر  
 رونے لگے تو سب اصحاب رونے لگے، رسول اللہ بھی رونے، سارے حجرے میں غم  
 کے بادل چھا گئے، پھر رسول اللہ نے فرمایا:

"عبر کرو اللہ تم پر رحم کرے، بخشیں اپنی جزا دے، جب مجھے غسل و کفن دے  
 چکو تو مجھے میری چادر پائی پر رکھ دینا، میرے اسی حجرے میں میری قبر کے کنارے پھر ذرا دیر  
 کے لیے باہر نکل جانا کیونکہ سب پہلے جو میرے جنازے کی نماز پڑھے گا وہ میرا دست بھر جائے  
 ہوگا پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل اور ان کے ساتھ تمام ملائکہ ہوں گے، پھر تم لوگ  
 گروہ گروہ داخل ہونا اور رو و سلام پڑھنا مگر کوئی آواز سے نہ روئے، نماز جنازہ پہلے  
 میرے گھر والے پڑھیں، پھر ان کی عورتیں پھر تم لوگ، جو میرے دست یہاں نہیں ہیں  
 انھیں میرا سلام پہنچا دینا اور میں نے میرے دین کی اطاعت کی اُسے بھی میرا سلام پہنچا دینا"  
 لوگوں نے دریافت کیا "یا رسول اللہ! آپ کو قبر میں کون داخل کرے گا؟"  
 فرمایا "میرے گھر والے اور ملائکہ جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔"

پھر آپ خاموش ہو گئے، سب گروہیں بھیجی کر لیں، سارے حجرے میں قبر کی سی  
 خاموشی طاری ہو گئی، ابو ذر بڑے غمگین تھے کیونکہ فراق کا وقت آن پہنچا تھا، وہ رونا  
 چاہتے تھے مگر ان کی آنکھیں پھر اگئی تھیں، انہیں حلق میں آنسو پھنستے ہوئے محسوس ہونے  
 تو وہ ہر جھکائے باہر نکل آئے۔

بلالؓ نے نماز کے لیے اذان دی، ہر طرف سے لوگ مسجد رسولؐ کی طرف دوڑے، حضرت ابو بکرؓ نے امامت کی، نماز شروع ہو گئی، رسول اللہؐ مسجد کی طرف آئے، سر پر پٹی بندھی تھی، بعد پھر ابو بکرؓ کھڑے تھے ادھر گئے، مسلمان خوش ہو گئے اور آپ کے دیدار کے سبب مشتاق ہوئے، ابو بکرؓ نے عصفوں میں حرکت محسوس کی تو وہ سمجھ گئے کہ رسول اللہؐ تشریف لے آئے ہیں، وہ پیچھے بیٹھے تاکہ آپ کے لیے جگہ خالی کر دیں مگر آپ کے ہاتھ کے اشارے سے انھیں ان کی جگہ پر باقی رکھا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

ابو ذرؓ نے دیکھا تو فتنہ سرور سے مست ہو گئے، ان کا پھرہ خوشی سے نمتا اٹھا کہ رسول اللہؐ اچھے ہو گئے، جب نماز ہو چکی تو لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے اور سلام کرنے لگے، ابو ذرؓ بھی دوڑ کر آپ کی باتیں سننے کے لیے آئے، ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ آپ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ابو ذرؓ آپ سے ملنے کے لیے گھر کی طرف روانہ ہوئے کہ دوست کو صحبت نصیب ہوتی مگر ابو ذرؓ کو یہ کیا پتا تھا کہ آج کے دن کے بعد انھیں نہیں دیکھ سکیں گے۔ اگر انھیں اس بات کا علم ہوتا تو خوشی غم سے بدل جاتی پھر ابو ذرؓ لوٹ آئے انھیں معلوم نہ تھا کہ نبی حبیب اہل حقوق کے حق ادا کرنے کے لیے باہر تشریف لائے تھے، ابو ذرؓ چلے آئے مگر انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ رسول اللہؐ کے بعد انھیں ان کی نصیحت پر عمل کرنے پر کیا کیا مصائب پیش آئیں گے، آپ نے فرمایا تھا ”ابو ذرؓ ہمیشہ سچ کہنا گوئیے ہو اور اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنا“ ابو ذرؓ چلے آئے۔ انھیں معلوم نہ تھا کہ تقدیر الہی نے کیا اچانک حادثہ پھیلا رکھا ہے،

انہیں کیا بتایا کہ اللہ نے اپنے بندوں کے امتحان کے لیے کیا نصیبتیں چھپا رکھی ہیں اور بے شک صحابہؓ کے لیے اجر عظیم ہے۔

ابوذر گھر کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص ملا، فرمایا "کساں

جا رہے ہو؟"

"آپ کی طرف"

"کیوں؟"

"آپ کی اہلیہ کے بچے پیدا ہوئی ہے"

ابوذر خاموش ہو گئے تو وہ شخص بولا:

وإذا بشر أحداهم بالأنثى ظل وجهه مسوداً وهو كظيم

محبوب لڑکی ہونے کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا

ہے اور وہ غصہ کے گھونٹ بھرتا ہے!

ابوذر نے کہا "تماشا وکلا، سب مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں، اور ویرانے

کو آباد کرنے کے لیے، حرص کرتے ہیں فانی کی اور باقی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں، دو مکروہ

چیزیں کتنی اچھی ہیں، موت اور فقر!"

رسول اللہ کے گھر سے رونے پٹینے کی آواز بلند ہوئی، لوگ خوف سے خاموش

ادھر دوڑے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے "کیا رسول اللہ وفات پا گئے؟ کیا

رسول اللہ وفات پا گئے؟" کہ حضرت فاطمہؓ کی آواز آئی:

اے باپ! اے باپ! اے باپ!

پروردگار کو بتیک کہہ دی! اے باپ!

جبریل سے ہم تعزیت کرتے ہیں! اے باپ!

جنت فرودس آپ کا ٹھکانا ہو! اے باپ!

آپ اپنے رب سے جس قدر قریب ہو گئے ہیں! اے باپ!

مسجد میں رہنے والوں کی آواز گونج گئی، ابو ذر بے اتھارہ رہے تھے، بعض

صحابہ کچھ باتیں کر رہے تھے اور لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ جلدی

سے رسول اللہ کے حجرے میں گئے، چہرہ دیکھا تو سکون تھا سمجھے کہ غشی طاری ہے،

آپ فوراً مسجد گئے اور لوگوں سے خطاب کیا:

”منافق کہتے ہیں کہ رسول اللہ وفات پا گئے، قسم بخدا آپ نہیں مئے،

ابنتہ آپ اپنے رب کی طرف اس طرح چلے گئے ہیں جیسے موسیٰ

بن عمران چلے گئے تھے۔“

لوگ حیران رہ گئے کیا خبر مرگ و سینے والوں کی تصدیق کریں یا حضرت عمرؓ

کی! ابو ذر کی یہ آرزو تھی کہ عمرؓ کی بات صحیح ہو جائے اور نبی علیہ السلام منافقین کو

ہلاک کرنے کے لیے لوٹ آئیں۔

حضرت ابو بکرؓ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد لوٹے تو دیکھا کہ عمرؓ برابر بیٹھ رہے

ہیں اور منافقین کو ڈرا دھمکا رہے ہیں کہ ابو بکرؓ نے کہا:

اے عمرؓ! ٹھیرو۔

لوگوں کو اشارہ کیا کہ وہ خاموش رہیں، لوگ خاموش ہو گئے کہ قولیٰ فیصل سنیں!

اکھوں نے اللہ کی تعریف کی اور ثنا کی پھر فرمایا:



”جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمدؐ مر چکے ہیں اور  
جو اللہؑ کی عبادت کرتا ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہؑ زندہ ہے مرا  
نہیں، دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ”اے نبی تم بھی مر جاؤ گے اور وہ  
بھی مر جائیں گے۔“ پھر یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنَّ  
مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

”محمدؐ تو اللہ کے رسول ہی ہیں ان سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں۔ کیا اگر  
وہ مر گئے یا قتل کر دیے گئے تو تم ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے؟“  
حضرت عمرؓ روتے روتے بے حال ہو گئے کیونکہ اب انہیں یقین ہو گیا تھا کہ  
رسول اللہؐ وفات پا چکے ہیں، ابو ذرؓ پکارنے:

”اے دوست! وہ . . . رسول اللہؐ مر گئے، ناصح و مشفق بھائی مر گئے،  
جو اور وہ کہیم کوچ کر گئے، رسولؐ اپنی وفات پا گئے۔“

ابو ذرؓ کو تسلی و تسفی دینا چاہتے تھے لہذا کلام پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

كُلُّ شَيْءٍ عَدَا هَٰلِكَ إِلَّا وَجْهًا لَّهُ الْحَكْمُ وَالْيَهُ تَرْجِعُونَ

”اس کے سوا ہر ایک چیز ہلاک ہونے والی ہے اور اس کا حکم عطا ہے اور اسی  
کی طرف تم لوٹنے جاؤ گے۔“

اور

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أَجْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”ہر نفس موت کا مزہ چکھے گا اور تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیے جائیں گے۔“

آپ بھاری غمگین قدموں سے چلے کہ دل ہی دل میں یہ الفاظ وھراتے جاتے تھے:  
 ”رسول اللہ وفات پاگئے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان  
 ہے، آپ پر اللہ کی رحمت ہو یا رسول اللہ!“

مسجد رسول پر غم چھا گیا، حضرت عمرؓ، ابو عبیدہ، ابو ذر اور سلمان بات چیت کرنے  
 لگے، رب کے چہرہ پر غم چھایا ہوا تھا، حضرت علیؓ، عباسؓ اور ابو بکرؓ رسول اللہ کے  
 گھر میں داخل ہوئے تاکہ تجہیز و تکفین کریں، ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا:  
 ”انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعید بن عبادہ کے ہاتھوں پر بیعتِ خلافت کے  
 لیے جمع ہو رہے ہیں۔“

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلایا، ابو ذرؓ بڑبڑانے لگے کہ لوگ حضرت علیؓ کے ہوتے  
 ہوئے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ علیؓ سب سے زیادہ مستحقِ خلافت  
 ہیں، سب سے زیادہ اہل ہوں نے ہی رسول اللہ کی تصدیق کی، آپ ان کے چچا زاد ہیں،  
 داماد ہیں، یہ لوگ کسی دوسرے کے ہاتھ پر کیسے بیعت کرنا چاہتے ہیں، ابو بکرؓ نے  
 تو عمرؓ جلدی سے ان کی طرف بڑھے اور کہا:

”کیا آپ کو علم نہیں کہ انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعید بن عبادہ کو خلیفہ بنانا  
 چاہتے ہیں۔“

ابو بکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف تیزی سے روانہ ہوئے، ابو ذرؓ  
 جلی ان کے پیچھے پیچھے گئے۔

ابو بکرؓ، سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے، علیؓ، عباسؓ اور بعض بنو ہاشم  
 بکھیر و تکفین میں مشغول ہو گئے، حضرت عباسؓ نے محسوس کیا کہ لوگ خلافت کے  
 بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں وہ حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے:

”اپنا ہاتھ بڑھائیے میں بیعت کرتا ہوں، لوگ کہیں گے کہ رسول اللہ کے چچا  
 نے رسول کے چچا زاد کے ہاتھوں پر بیعت کر لی لہذا کوئی بلی مخالفت نہیں کرے گا“

”چچا کیا میرے علاوہ ٹھہری کوئی خلافت کا امیر وارث ہے؟“

”عقرب آپ کو معلوم ہو جائے گا“

اتنے میں دروازے پر زور سے دھک ہوئی، حضرت علیؓ نے فرمایا:

”کون ہے؟“

”ابو ذر“

”کیا بات ہے؟“

”لوگوں نے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔“

”کیسے؟“

ابو ذر نے کہا:

”انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعید بن عبادہ کی بیعت کے لیے تیار ہوئے تھے

کہ ابو بکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہ وہاں پہنچ گئے، ابو بکرؓ انصار لوگوں میں خطبہ دینے لگے تو انصار

بولے ”ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر ہم میں سے“ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ”اہل عر

نے سوائے قریشیوں کے کسی کو سردار نہیں دیکھا لہذا امیر ہم میں سے ہو گا اور وزیر ہم میں

سے“ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”قسم بخدا اہل عرب اس امر پر راضی نہیں ہوں گے کہ تمہیں امیر بنا میں جبکہ نبی تم میں سے نہ تھا۔ ہاں عرب کی یہ عادت رہی ہے کہ جس خاندان میں نبی ہوتا ہے وہ اس کی اطاعت قبول کر لیتے ہیں لہذا کوئی شخص انکار کرے گا تو ہمارے پاس اس کے خلاف دلیل موجود ہوگی، تباؤ و ہم میں سے رسول اللہ کی سلطنت و امارت کو کون چھین سکتا ہے جبکہ ہم ان کے ولی اور کنبے والے ہیں مگر یہ کہ کوئی شخص باطل پرست گناہ گار ہو یا یہ کہ ہلاکت میں پڑنے والا ہو۔“

پھر حضرت عمرؓ پکارے ”ابوبکرؓ ہاتھ پھیلاؤ“ ابوبکرؓ نے ہاتھ پھیلا یا اور حضرت عمرؓ نے یہ کہتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی:

”اے ابوبکرؓ! کیا رسول اللہ نے تمہیں حکم نہیں دیا تھا کہ لوگوں کی امامت کرو، لہذا تم ہی خلیفہ رسول ہو۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں جس سے رسول اللہؐ سے زیادہ محبت کرتے تھے۔“

ابو عبیدہ نے بھی یہ کہتے ہوئے بیعت کی:

”آپؐ ہمارے میں سے افضل ہیں، یارِ غار ہیں اور نائبِ رسول ہیں تو آپ سے کون آگے ہو سکتا ہے؟ یا آپ کے سوا کون اس معاملہ کو سنبھال سکتا ہے؟“

ابو ذرؓ خاموش رہ کر جھکائے بیٹھے تھے، علیؓ بھنی سر جھکائے بیٹھے تھے۔ حضرت عباسؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”میں نے تمہیں حکم کیا تو تم نے نافرمانی کی، پھر یہ شعر پڑھا:

امرتهم امدی بمنفدج اللوی فلم یستینوا التصح الا صحنی لعدا

”میں نے تمہیں ریت کے نوڑ پر حکم دیا تو وہ میری بات نہ ماننے اور نصیحت

کو نہ سمجھ سکے مگر اگلے دن کی صبح میں :-

حضرت علیؑ نے فرمایا ”پھر اب ہم کیا کریں؟“

ابو ذر نے کہا ”میں مقدادؓ، سلمانؓ، عبادہ بن الصامتؓ، ابو اسیمؓ، حذیفہ اور

عمار کو بلاتا ہوں تاکہ ہم سب مل کر کوئی رائے قائم کریں۔“

رات اپنی تاریکیاں کھیلاتی چلی آئی اور ہر چیز ڈھب گئی۔ حضرت علیؑ کے مدوگاڑ

مسجد کے برابر کھلے میں ان میں جمع ہوئے تو ابو ذر نے کہا:

”حضرت علیؑ سب سے زیادہ مستحقِ خلافت ہیں لہذا مہاجرین سے مشورہ کرنا چاہیے

اور سقیفہ کی بیعت کو توڑ دینا چاہیے۔“

ایک شخص بولا ”کیسے؟“

ابو ذر نے کہا ”جو دلیل انھوں نے انصار کے مقابلہ میں اتممال کی وہی دلیل

ہم دیں گے کہ علیؑ رسول اللہؐ سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔“

گفتگو ہوتی رہی حتیٰ کہ یہ طے پایا کہ مہاجرین سے مشورہ کر لیا جائے۔

اگلے دن سورج طلوع ہوا تو ابو ذر اپنے گھر سے نکلے اور حضرت فاطمہؑ کے گھر

کی طرف حضرت علیؑ سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں زبیر بن العوام، عمار، مقداد

اور سلمان جمع تھے اب ان کے پاس بیٹھ گئے، خالد بن سعید بڑھے اور انھوں نے

حضرت علیؑ سے عرض کی:

”قسم بخدا رسول اللہؐ کے مقام پر بیٹھنے کے لائق آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔“

ابو بکرؓ اور عمرؓ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ فاطمہؑ کے گھر میں جمع ہوئے ہیں تو عزم فرمایا ایک

جماعت کے کرفاطمہ کے گھر کی طرف گئے اور علیؑ اور ان کے ساتھیوں سے مطالبہ کیا کہ باہر نکل کر بیعت کرو جس طرح دوسرے لوگوں نے بیعت کی ہے، انہوں نے جواباً انکار کیا۔

تو ابوسفیان یہ کہتا ہوا آیا:

”قسم بخدا میں ایک عجار اڑتا ہوا دیکھتا ہوں جسے خون ہی فرو کر سکتا، اے عبد مناف ابوبکرؓ کو تم پر امیر بننے کا کیا حق ہے؟ وہ دونوں ضعیف (علیؑ و عباسؓ) کہاں ہیں؟ وہ دونوں ذلیل کیسے گئے کہاں ہیں؟ پھر وہ علیؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

”آپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں، قسم بخدا اگر میں چاہتا تو ابوسفیل (ابوبکرؓ) پر بے شمار شہسوار اور پیادے جمع کر دیتا۔“  
حضرت علیؑ نے اس کی بات نہ مانی اور یہ شعر پڑھے:

ولا یقیم علی ضیم یواد بہ  
الا الا ذلان عیرالعی والوتد  
هذا علی الخسف مربوط بدمتہ  
واذا یشج فلا یدتی لہ احد

کوئی بھی ظلم پر باقی نہیں رہتا، مگر وہ ذلیل ایک قبیلہ کا گدھا اور دوسرے کھوٹا  
اسے تو ذلت کی بنا پر رستی سے باندھ دیا جاتا ہے اور اس کا سر زخمی کیا جاتا ہے  
اور پیٹا جاتا ہے تو کوئی بھی رحم نہیں کرتا۔

ابو ذر نے بڑی غضب ناک نگاہوں سے ابوسفیان کی طرف دیکھا کیونکہ وہ جانتے  
تھے کہ ابوسفیان نے یہ بات علیؑ کی محبت کی بنا پر نہیں کہی ہے بلکہ مسلمانوں میں نفرت  
اندازی کے لیے کہی ہے، اس نے فرصت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا، علیؑ کے ہونٹ

متحرک ہوئے تو ابو ذر نے کہتے ہوئے سنا "کبھی بھی اس کے دل پر ایمان و سلامتی نہیں آئی"۔

"تو نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے شہسواروں اور پیادوں سے کیا نقصان پہنچا لیا؟"

علیؑ دیر تک سوچتے رہے، وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ موزن نے اذان دی،  
 "اللہ اکبر، اللہ اکبر... اشھدان لا الہ الا اللہ، اشھدان لا الہ الا اللہ، اشھدان  
 ان محمد المرسل اللہ، اشھدان محمد المرسل اللہ"

علیؑ نے اپنا سر اٹھایا اور فاطمہؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:  
 "کیا تو یہ پسند کرتی ہے کہ یہ آواز ہی دنیا سے مٹ جائے؟"  
 "نہیں"

"تب تو مجھے ابو بکرؓ کی بیعت کو لینا چاہیے"  
 علیؑ، عباسؓ، زبیرؓ، ابو ذرؓ، مقدادؓ، عمارؓ اور حدیفہؓ نکلے اور جہاں ابو بکرؓ بیٹھے تھے  
 وہاں پہنچے زبیرؓ آگے بڑھے تو ابو بکرؓ نے کہا:  
 "رسول اللہؐ کی لچھو لچھی کے لڑکے انہوں نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہا؟"  
 "اے خلیفہ رسولؐ! کوئی بات نہیں"

ابو بکرؓ نے ہاتھ دراز کیا تو زبیرؓ نے بیعت کر لی، پھر علیؑ داخل ہوئے تو حضرت  
 صدیقؓ نے فرمایا:

"رسول اللہؐ کے چچا کے بیٹے اور ان کے داماد! آپ مسلمانوں میں تفرقہ اندازی  
 چاہتے تھے"

”ہے خلیفہ رسول! کوئی بات نہیں“

آپ کھڑے ہوئے اور بیعت کی۔

ابوبکرؓ کھڑے ہوئے سارے لوگوں کو زہار کی تعلیم دینے لگے اور آخرت کی طرف دعوت دینے لگے تو ابوذر نے اپنے کان کھڑے کیے، انھوں نے رسول اللہ کے خلیفہ کو بڑی عجیب عجیب باتیں کہتے سنا:

”اللہ اسی چیز کو قبول کرتا ہے جو اسی کے لیے کی گئی ہو لہذا اپنے اعمال سے

اللہ کی ذات کا ارادہ کرو کیونکہ تمہارا یہ خلو ص ضرورت کے وقت کام آئے گا، انے

خدا کے بندو! جو لوگ مر گئے ہیں ان سے عبرت حاصل کرو، غور کرو ان لوگوں کے

بارے میں جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں کہ کل کہاں تھے اور آج کہاں؟ وہ جبار لوگ کہاں

گئے جو لوگ انہوں میں ہمیشہ غالب رہتے تھے؟ زمانے نے انہیں ہلاک کر دیا اور وہ چونا

ہو گئے، وہ بادشاہ کہاں گئے جنھوں نے زمین کو لوٹ لپیٹ کر رکھ دیا اور اُسے

آباد کیا؟ وہ بڑی دور چلے گئے، ان کی یاد بھی بھلا دی گئی اور وہ ناچیز ہو گئے، دیکھو

اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے کاموں کے انجام ڈال دیے، ان کی شہرتیں منقطع کر دیں

وہ چلے گئے، ان کے اعمال ان کے گلے منڈھ دیے گئے اور دنیاغیروں کو مل گئی،

ہم ان کے نائب بنا دیے گئے ہیں لہذا اگر ہم عبرت حاصل کریں گے تو نجات پا

جائیں گے اور اگر انہی کی طرح چلے تو ہم ان ہی کی طرح ہو جائیں گے۔ حسین چہروں والے

اپنے شباب پر غور کرنے والے کہاں چلے گئے؟ سب مٹی ہو گئے اور جو کچھ انھوں

نے دیا وہ تیاں کیں وہ ان کے لیے حسرت بن گئیں۔ وہ کہاں گئے جنھوں نے شہر آباد

کیے، شہر نیا بنائیں اور عجائبات سے انھیں مالا مال کیا، وہ سب کچھ بعد والوں کے



یہ چھوڑ گئے۔ یہ دیکھوان کے گھر خالی پڑے ہیں اور وہ قبر کی تاریکیوں میں ہیں۔ کیا تم ان کا کچھ اثر دیکھتے ہو یا آواز سنتے ہو؟ وہ تمہارے باپ دادا کے اور بھائی بھائی گئے۔ ان کی عمریں ختم ہو گئیں، جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ ان کے سامنے آ گیا اور مے پیچھے بد بختی یا سعادت سے لنگھ گیا۔ سنو اللہ کا کوئی شریک نہیں، اللہ کے سوا کوئی بھی خیر و شر نہیں پہنچا سکتا مگر یہ کہ اس کی مشیت شامل حال ہو، جان لو کہ تم مجبوراً بندے ہو، جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ طاقت ہی سے مل سکتا ہے۔ کیا تم لوگوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ تم سے جہنم دور ہو جائے اور جنت قریب آ جائے؟

زہد پرست ابو ذر نے زاہد خلیفہ کی تقریر سنی تو سینہ کھل گیا اور ان کے کلام نے وہ اثر کیا جو پایسے کے لیے پانی اثر کرتا ہے، ابو بکرؓ منبر سے اترے تو ابو ذر جلدی سے بیعت کے لیے بڑھے، اور دوسرے لوگ بھی بیعت کے لیے دوڑے، بعد ازاں لوگ آپ سے بات چیت کرنے لگے، آپ نے فرمایا:

”بچاؤ میں کسی دن بھی غلامت کا سر لٹھیں نہیں ہوا نہ میں نے پوشیدہ یا ظاہری طور پر اللہ سے اس کی دعا مانگی۔“

ایک شخص نے کہا: ”یہ شخص اللہ اور رسول کو یاد غسی رکھے گا۔“  
دوسرا بولا: ”اللہ نے ہم میں سے بہتر آدمی کو حاکم بنا یا ہے۔“

## ابو بکرؓ

ابو بکرؓ کو پہچاننے کے لئے آنسو بہاتے جاتے تھے اور رخصت ہو جانے والے نبی کے بارے میں سوچتے جاتے تھے، وہ دن یاد کرنے لگے جب رسول اللہؐ بیٹے باندھے آخری وقت میں مسجد تشریف لائے تھے اور یہ خطبہ دیا تھا:

”اے لوگو! اسامہ کے لشکر کو آگے بھجوا کر چہ وہ تھوڑی عمر والا ہے سب سے بہتر ہے“

ابو بکرؓ ہی دل میں سوچنے لگے، دیکھو کیا ابو بکرؓ اسامہ کے لشکر کو قبیلہ قضا سے لڑنے کے لئے بھیجتے ہیں یا نہیں؟ اور کیا آپ ان صحابہ کی بات مانتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ اسامہ کی جگہ کوئی اور سپہ سالار بنایا جائے کیونکہ اسامہ کی عمر بہت تھوڑی ہے، ابھی وہ بیس سال کے بھی نہیں ہوئے، کیا وہ کوئی اور تجربہ کار سپہ سالار منتخب نہیں کریں گے؟ مگر اسلام میں تو عمر ہی کب بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے میں حائل ہوتی ہے؟ کیا رسول اللہؐ حضرت علیؓ کے اسلام لانے پر خوش نہیں ہوئے تھے اور یہ نہیں فرمایا تھا کہ اسے اہل قریش یہ میرا خلیفہ ہے، حالانکہ اس وقت ان کی عمر صرف چودہ سال تھی؟ کیا رسول اللہؐ نے یہ دعوائیں نہیں کی تھی کہ وہ عمر میں سے

ایک عمر کے ساتھ اللہ اسلام کو عزت بخشے حالانکہ حضرت عمرؓ کی عمر اس وقت چھبیس سال تھی؛ کیا سعد بن ابی وقاص رسول اللہ کی مداخلت کے لیے سیدہ زینبؓ نہیں ہو گئے تھے کہ کفار سے لڑے اور کوئی ہزار تیر چلائے حالانکہ اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی؛ اسلام کا قیام اور اس کی نشوونما نوجوانوں کے کاہنوں پر ہوئی ہے۔ لہذا لوگوں نے اس امر کی سپہ سالاری پر کوئی اعتراض نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ نے انھیں اپنی وفات سے پہلے سپہ سالار منتخب کیا تھا، ضرور اللہ کا شکر روانہ ہو گا اور خدا نے چاہا تو ابو بکرؓ ضرور انھیں روانہ کریں گے، میں نہیں سمجھتا کہ ابو بکرؓ رسول اللہ کی وصیت کو جاری نہیں کریں گے۔

ابو ذر بے چین ہو گئے پھر غور کرنے لگے انھیں وہ دن یاد آیا جس دن وہ نبی کے پاس بیٹھے تھے اور وہ انھیں نصیحتیں کر رہے تھے اور تعلیم دے رہے تھے، پھر آپ اٹھے نکلے اور خلیفہ رسول کے پاس پہنچے، وہاں بہت سے مسلمان آپ کے پاس بیٹھے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ اس امر کے لشکر کو روانہ نہ کیا جائے، وہ یہ دلیل دے رہے تھے کہ رسول اللہ کے بعد حالات پلٹا کھا چکے ہیں، پتا نہیں رسول اللہ کی ذات کی خبر سن کر فیائل کا کیا حال ہو گا، ابو ذر خلیفہ رسول کا جواب سننے کے منتظر تھے، ابو ذر اس بات پر نئے بیٹھے تھے کہ رسول اللہ نے جو انھیں نصیحت کی تھی، کہ "سچ کہنا خواہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کرنا" وہ اس پر غور و عمل کریں گے، لیکن اب ابو بکرؓ نے رسول اللہ کی وصیت کو جاری نہ کیا مگر ابو بکرؓ نے وہ سچی بات کہہ دی جو ابو ذر کے دل میں آئی تھی، انہوں نے کہا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں ابو بکرؓ کی جان ہے، اگر مجھے یقین  
 بھی ہو کہ مجھے زندے پھاڑ کھائیں گے تب بھی میں رسول اللہ کے حکم کے مطابق  
 اس امر کے لشکر کے بیٹھے پر عمل کروں گا اور اگر شہر میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے  
 تب بھی میں اُسے نافذ کروں گا“

اس جواب سے ابوذر کا دل ٹھنڈا ہو گیا اور ان کا قلب مطمئن ہو گیا مگر سامنے سے  
 اٹھوں نے حضرت عمرؓ کو آتے دیکھا، ابوذر جانتے تھے کہ ابو بکرؓ کی نگاہوں میں عمرؓ  
 کا کیا رتبہ ہے، وہ ڈرے گا ابو بکرؓ کے بارے میں جو ان کا خیال تھا وہ مترنزل  
 نہیں ہوا تھا، پھر بھی وہ انتظار کرنے لگے کہ دیکھو دونوں دوستوں کے درمیان کیا  
 گفتگو ہوتی ہے، حضرت عمرؓ نے کہا ”اس امر کے لشکر کو نہ بھیجے“ تو ابو بکرؓ یوں بے  
 ”اگر مجھے کتے اور بھیڑیے بھی کھا جائیں تب بھی میں رسول اللہ کی وصیت کالفا  
 کر کے رہوں گا“

ابوذر خوش خوش باہر نکلے تو دیکھا کہ جن لوگوں نے حضرت عمرؓ کو اپنا نامیدہ  
 بنا کر بھیجا تھا وہ ان سے پوچھ رہے ہیں ”کہ کیا ہوا؟“ عمرؓ نے کہا ”خلیفۃ المسلمین کسی طرح  
 بھی نہیں مانتے، تو لوگوں نے کہا اچھا آپ ان سے کہیے کہ کسی اور بوڑھے تجربہ کار  
 کو سپہ سالار بنائیں، آپ حضرت ابو بکرؓ سے اس بارے میں گفتگو کرنے گئے، ابو بکرؓ نے  
 چلانے لگے اور پھر رعب، شدید مزاج عمرؓ کی وارسی پکڑ کر کہنے لگے ”تجھے تیری ماں  
 روئے اور میں تجھے گم کروں اے خطاب کے بیٹے! رسول اللہ نے اسے سپہ سالار  
 بنایا اور میں اسے معزول کروں“

عمرؓ، ابو بکرؓ کے پاس سے کاپتے ہوئے نکلے، وہ تعجب کر رہے تھے کہ

ابو بکرؓ جیسے ٹھنڈے مزاج کے انسان نے اتنی گرمی کیوں دکھائی؟ اور کیسے اتنا قوی جذبہ پیدا ہوا کہ انھوں نے مجھے بھی گھبرا دیا اور میری عزت کی پروا نہ کی۔  
 عمرؓ یاد حواس ہو کر نکلے، ابو ذر نے ان کے چہرے کی علامات دیکھیں تو سب کچھ سمجھ گئے۔ وہ پہچان گئے کہ خلیفہ رسولؐ، نبی کی وصیت کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں اور اس پر عمل کرنے کے لیے مکر بستہ ہیں۔ کیا ابو بکرؓ رسول اللہ کی وفات کے بعد ان کی مخالفت کر سکتے ہیں جبکہ کبھی بھی زندگی میں ان کی مخالفت نہیں کی۔

لوگ حضرت عمرؓ کی طرف دوڑے کہ کیا کہا؟ عمرؓ چیخے!  
 ”بھاگو، بھتھیں تمھاری مائیں روئیں، تمھاری خاطر خلیفہ رسولؐ سے مجھے کیسا

بڑا پالا پڑا؟“

ابو ذر، خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کوٹے کہ اللہ نے ابو بکرؓ کو رسول اللہ کا خلیفہ بنایا۔ ابو ذر اسامہ کے لشکر کے ساتھ چلتے کی تیاری کرنے لگے۔  
 نصیری بھی اور مسلمان اسامہ کے لشکر میں داخل ہونے کے لیے نکلنے لگے، عمرؓ بن الخطاب، ابو ذر اور دیگر مسلمان نکلے اور اسامہ سپہ سالار لشکر گھوڑے پر سوار نکلے، سب نے دیکھا کہ ابو بکرؓ پیادہ پا ساتھ جا رہے ہیں اور پیچھے سے عبدالرحمان بن عوف ان کے گھوڑے کو ہنکار رہے ہیں۔ اسامہ نے پیادہ پا چلنا چاہا تو ابو بکرؓ نے اشارہ کیا:  
 ”بیٹھے رہو“ اسامہ نے کہا:

”اے خلیفہ رسولؐ! قسم نبی ایا آپ سوار ہو جائیے ورنہ میں اتر پڑوں گا۔“  
 ”تجھے خدا کی قسم اترنا نہیں، بندہ میں سوار نہیں ہوں گا، کیا ایک گھڑی بھر کے لیے بھی میرے قدم راہِ خدا میں بجا رہا ہوں؟ کیونکہ غازی کے لیے ہر قدم کے بدلے

سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سات سو درجے بلند ہوتے ہیں اور سات سو خطائیں  
بخش دی جاتی ہیں۔

ابو ذر جان گئے کہ ابو بکرؓ نے ایسا لشکر یوں کی تعلیم کے لیے کیا ہے کہ وہ اسامہ  
کی ایسی ہی تعظیم کریں پھر کس کی جرات ہو سکتی ہے کہ اسامہ کے لشکر کی سربراہی کر سکے  
یا ان کی مخالفت کر سکے۔

ابو بکرؓ نے اسامہ سے کہا ”اے اسامہ! جو کچھ نبیؐ نے حکم دیا تھا اسی طرح کرنا چاہیے  
ہو قضاہ کی طرف جانا پھر اہل کی طرف، رسول اللہ کے کسی حکم میں کوتاہی نہ کرنا۔“  
”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ“

پھر ابو بکرؓ نے اسامہ سے کہا ”اگر آپ میری امداد کے لیے عمرہ کو چھوڑ سکتے ہیں  
تو میرے ہی پاس چھوڑ دیجیے۔“

یا اللہ! ابو بکرؓ خلیفہ رسول، حاکم مطلق و عمرہ کے نہ جانے کا حکم نہیں دیتا بلکہ  
سپہ سالار لشکر سے اجازت طلب کرتا ہے کہ آپ مناسب سمجھیں تو میری امداد کے  
لیے انھیں چھوڑ دیں، یہ کہنا اچھا سبق تھا جو خلیفہ رسولؐ نے ان صحابہ کو دیا جو اسامہ  
کے لشکر میں تھے، اب کیا کوئی اسامہ کی نافرمانی کی جرات کر سکتا ہے یا انھیں ہلکا سمجھ  
سکتا ہے ہرگز نہیں۔

اسامہ نے عمر بن الخطاب کو اشارہ کیا کہ عدت سے باہر ہو جائیں چنانچہ آپ  
مجاہدین کی عدتوں سے نکل آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسامہ کے لشکر کو روانگی کے  
لیے اشارہ کیا اور کہا:

”اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ۔“

”اسامہ کا لشکر شمال کی جانب روانہ ہوا تاکہ اپنے باپ زید بن حارثہ، جعفر اور ابن رواحہ کا بدلہ لے۔ یہ لشکر جن قبیلے سے بھی گذرنا وہ اسے دیکھ کر مرعوب ہو جاتا جب لوگ اسامہ کے لشکر کو دیکھتے، کہتے:

”اتنا بڑا لشکر تو اسی قوم سے نکل سکتا ہے جسے اپنی حفاظت پر پورا اعتماد ہو۔“  
 لشکر چلتا رہا حتیٰ کہ قضاعہ کے قبیلے میں پہنچ گیا اور انھیں راسم کہہ لیا، کوئی شہر و وہاں قیام رہا۔ اسامہ کے بارے میں جیسا کہ رسول اللہ نے خیال کیا تھا صحیح نکلا، یعنی حملہ کامیاب رہا۔ اسامہ نے مالِ غنیمت جمع کیا اور فاتح کی حیثیت سے مدینہ کی طرف رجعت کی درآں حالیکہ ایک بھی لشکر ہی مسلمانوں میں سے نہیں مارا گیا تھا۔

جب لشکر مدینہ کی طرف لوٹا تو دیکھا کہ ناکوں پر پاسبان کھڑے ہیں اور ارد گرد لشکر جمع ہے، آنے والے مسلمانوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد بہت سے بد و مرتد ہو گئے ہیں، زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں اور مدینہ پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اسامہ کے لشکر کی روانگی کے بعد انھوں نے مدینہ پر ہتھ بول دیا۔ حضرت ابو بکرؓ ان سے جنگ کرنے کے لیے نکلے اور علی ابن ابی طالب، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبد اللہ، سعید بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود اور عبد الرحمن بن عوف کو مدینہ کا نگہبان مقرر کیا۔ اسامہ کا لشکر بھی مسلمانوں کے ساتھ مل گیا اور مدینہ کی حفاظت کے لیے روانہ ہو گیا۔ کچھ لوگ مرتدوں سے لڑنے کے لیے گئے ان سے جنگ کی، فتح پائی اور انھیں اسلام کی طرف لوٹنے اور زکوٰۃ کے دینے پر مجبور کیا۔

ابو ذر، حضرت ابو بکرؓ کے پورے زمانہ خلافت میں مجاہدین کے ساتھ رہے۔

وہ شہروں کو فتح کرنے اور اسلامی سلطنت کے قیام کرنے کے لیے جہاد کرتے رہے اور اپنے زہد و تقشف پر قیام رہے۔ ابو بکرؓ سے وہ کسی بھی بات پر ناراض نہیں ہوئے اس لیے کہ حکومت اسلامیہ میں سب سے پہلے زہد ابو بکرؓ تھے، آپ بن علیہ السلام کی راہ پر قیام رہے۔ ان کی پوری خلافت، اسلام کا بول بالا کرنے کے لیے جہاد میں گذر گئی لہذا اسی کی تبدیلی، ترک زہد اور دنیا کی طرف متوجہ ہونے کے مواقع میسر نہیں آئے، اس دور میں ابو ذر، زہد و ترک دنیا میں کوئی امتیازی شان نہیں رکھتے تھے مگر جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو حالات بدل گئے، کیونکہ نبیؐ اور ابو بکرؓ کا زمانہ سراسر جہاد کا دور تھا اور مدینہ میں دولت کی اس قدر بہتات بھی نہیں ہوئی تھی جتنی کہ عمرؓ و عثمانؓ کے زمانے میں ہوئی۔



## تُفْصِلُ قُلُوبَهُ

ابو بکرؓ، مرعیں و وفات میں مبتلا ہو گئے، مرنے سے پہلے انہوں نے حضرت عمرؓ کو  
 ولی عہد بنایا، ابو ذرؓ کو جو ان کے مرنے کی خبر پہنچی تو بہت غمگین ہوئے، آپ کے گھر  
 کی طرف چلے تو دیکھا کہ حضرت علیؓ آپ کے دروازے پر کھڑے ہوئے نہایت فصیح و  
 بلیغ مرثیہ پڑھ رہے ہیں، جس میں حضرت ابو بکرؓ کی بہت تعریف و توصیف ہے،  
 حضرت علیؓ نے فرمایا:

”ابو بکرؓ، خدایا آپ پر رحم فرمائے، بخدا آپ ربی پہلے اسلام لائے سب  
 سے ایمان دار، مخلص، تکالیف برداشت کرنے والے، رسول اللہ کی  
 حفاظت کرنے والے، اسلام پر جان دینے والے، مسلمانوں پر مہربان  
 اور رسول اللہ سے خُلق و خُلُق اور ہدایت و عادات میں مشابہ تھے، اللہ  
 آپ کو اسلام اور رسول اللہ کی طرف سے بہتر اجر دے۔ آپ نے ایسے  
 وقت رسول اللہ کی تصدیق کی جبکہ تمام لوگ آپ کو کھٹلا رہے تھے، ایسے  
 وقت آپ کی غم خواری کی جبکہ لوگ نخل کر رہے تھے، ایسے وقت ان  
 کے ساتھ کھڑے ہوئے جبکہ تمام لوگ بیٹھے تھے۔ اللہ نے اپنی کتاب

میں آپ کو صدیق کہا:

والذی جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المتقون

اور جو سچائی لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہ لوگ ہیں پرہیزگار۔  
 آپ محمدؐ کو چاہتے تھے اور محمدؐ آپ کو آپ مسلمانوں کے لیے فلاح تھے،  
 اور کافروں کے لیے عذاب، نہ آپ کا ایمان کمزور ہوا اور نہ بصیرت، نہ آپ  
 کبھی بڑول ثابت ہوئے، آپ اس پہاڑی کی مانند تھے جسے آنندھیاں  
 اور بگولے نہیں ہلا سکتے، جیسا کہ خود رسول اللہؐ نے آپ کے بارے میں  
 فرمایا کہ گو بدن میں کمزور ہیں لیکن اللہ کی راہ میں قوی ہیں، اپنے نفس کے  
 اعتبار سے کمزور ہیں لیکن اللہ کے ہاں بڑے ہیں، زمین پر پھیلائے اور  
 مسلمانوں کے دلوں میں بھی عظمت والے۔ کوئی شخص آپ میں لالچ نہیں  
 کر سکتا تھا اور کوئی آپ میں سستی نہیں پاتا تھا، قوی آپ کے نزدیک  
 ضعیف تھا سستی کہ آپ اس سے حق لے لیتے تھے، اللہ ہمیں آپ کے  
 اجر سے محروم نہ کرے اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔

ابو ذرؓ صدیق کی وفات کے چند دن بعد تک مدینہ میں رہے پھر اپنی بیوی اور  
 بچی کو شام کی طرف لے گئے۔

ایک دن ابو ذرؓ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، لوگ ارد گرد جمع تھے، بات چل نکلی  
 ایک شخص بولا:

”اے ابو ذر! تم کوئی جاگیر کیوں نہیں لے لیتے جیسے ابو ہریرہؓ نے لے لی ہے  
 کہ وہ بکرین پر بھی گورنر ہو گئے؟“

ابو ذر نے کہا: میں گورنر بن کر کیا کروں گا؟ مجھے ہر دن ایک گلاس رو روہ  
یا پانی اور ہر ہفتہ چند سیر گہیوں کافی ہیں۔  
دوسرا شخص بولا: "کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ امیر المؤمنین عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کے  
ساتھ کیا کیا؟"

انہوں نے کہا: "نہیں۔"

اس شخص نے کہا: "حضرت عمرؓ نے ابو ہریرہؓ کی دولت کا حساب لگایا اور ان کے  
کما میں نے تجھے بحرین کا گورنر بنایا تھا تو تیرے پاس جو تے تک نہ تھے اور اب مجھے  
معلوم ہوا ہے کہ تو نے ایک ہزار چھ سو دینار میں گھوڑے خریدے ہیں۔"  
ابو ہریرہ بولے: "میری گھوڑیوں نے سچے دیے اور مجھے پے در پے عطیات ملے۔"  
حضرت عمرؓ نے کہا: "میں نے تیرے روزیے اور اخراجات کا حساب لگایا ہے  
یہ سب مال زیادہ ہے، اسے دو۔" ابو ہریرہ بولے: "یہ مال آپ کا تو نہیں ہے۔"  
عمرؓ نے کہا: "کیوں نہیں بخدا تیری مکر توڑ دوں گا۔" پھر دروہے کو اٹھائے اور اتنا مارا کہ  
وہ کہو کہان ہو گئے پھر ان سے کہا:

"لا! ابو ہریرہ بولے: "خدا واسطے چھوڑ دیجیے۔ عمرؓ نے کہا: "یہ تو جب ہو سکتا  
تھا کہ تو حلال طریقہ سے یہ مال حاصل کرتا اور فرماں برداری کے ساتھ پیش کر دیتا،  
کیا بحرین والے تجھے نکیس دیتے ہیں، اللہ اور مسلمانوں کو نہیں دیتے؟ امیر (مادر  
ابو ہریرہ) تجھے سوائے چرواہے کے اور کیا بناتی؟"

ابو ذر بولے: "عمرؓ نے ٹھیک کہا، اللہ اور رسول کی مرضی کے مطابق کیا، حاکم کو  
چاہیے کہ رعیت کی بہتری کا خیال رکھے نہ کہ اپنی۔"

باتیں ہو رہی تھیں کہ حبیبہ بن مسلمہ حاکم شام کا آدمی ابو ذر کو پوچھتا ہوا مسجد میں پہنچا

اور کہا:

”میرے آقا نے تین سو دینار آپ کی ضروریات کے لیے بھیجے ہیں۔۔۔“  
ابو ذر نے کہا ”والسین لے جا، اُسے میرے سوا کوئی اور نہیں ملا، ہمارے لیے  
سسر چھپانے کو ساری بیکریوں کا گلہ اور ایک باندی کافی ہے۔“

ابو ذر نے عطیت لے لیا اور عبداللہ بن الصامت اور ایک لونڈی کے ساتھ  
بازار گئے، لونڈی ابو ذر کے لیے سامان خریدنے لگی تھی کہ صرف چند پیسے باقی  
بچ گئے سو وہ آپ کو دے دیے۔ ابو ذر نے وہ بھی خرچ کر ڈالے تو عبداللہ بن  
الصامت بوسے:

”کاش آپ ان پیسوں کو گھر یوں ضروریات یا نمان کے لیے رکھ لیتے۔“  
”میرے دوست نے مجھ سے کہا ہے کہ ہر سونا اور چاندی جس پر بھروسہ کیا گیا،  
وہ اپنے مالک کے لیے آگ ہے، جب تک کہ وہ راہِ خدا میں اسے صرف نہ کر دے۔“

عمر فرعونیت کے حالات کے ملاحظہ کے لیے شام کی طرف روانہ ہوئے تاکہ  
ضرورت مندوں اور شکایت والوں کی شکایات سنیں اور یہ دیکھیں کہ گورنروں کی  
کیا خدمت کر رہے ہیں، کیونکہ عمرؓ نے گورنروں کو اس لیے نہیں بھیجا کہ وہ لوگوں کی  
کھال کھنچیں اور ان کے مال لیں بلکہ اس لیے بھیجا ہے تاکہ انھیں تعلیم دیں اور ان کی  
خدمت کریں۔ عمرؓ شام پہنچے تو وہاں کے لوگ بہت خوش ہوئے اور فرمانبرداروں

کی طرح ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ذر کو دیکھا تو ہاتھ پکڑ لیا اور زور سے  
 دیا۔

ابو ذر نے کہا "اے قتلِ فتنہ امیر المومنین پھوڑو۔"  
 عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "ابو ذر! قتلِ فتنہ کیا ہوتا ہے؟"  
 ابو ذر بولے "ایک دن تم نبی کی خدمت میں آئے تھے جگہ نہ پائی تو سب سے  
 پیچھے بیٹھ گئے تو رسول اللہ نے فرمایا "جب تک یہ شخص تم میں ہے تمہیں کوئی فتنہ  
 نہیں پہنچ سکے گا۔" یہ کہہ کر آپ کی طرف اشارہ کیا۔

ابو ذر عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتے ایک دن دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ سرنگوں ہیں، پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

"میں نے بشر کو ہوا زن کے صدقات پر لگانا چاہا تو بشر نہ آیا، ایک دن ملاقات  
 ہو گئی، میں نے اس سے کہا "تو کیوں نہیں آیا، کیا ہمارا فرمانبردار نہیں ہے؟" اس نے  
 کہا کیوں نہیں، مگر میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے "جو کوئی مسلمانوں کے کسی کام  
 کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا، وہ روز قیامت جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا، اگر اچھا  
 ہوگا تو نجات پا جائے گا اور اگر برا ہوگا تو وہ پل کھپٹ پڑے گا اور وہ ستر سال تک  
 وہاں پڑا رہے گا۔"

ابو ذر نے کہا "کیا یہ بات آپ نے رسول اللہ سے نہیں سنی تھی؟"

"فرمایا نہیں۔"

ابو ذر نے کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا "جو کوئی  
 کسی شخص کا دبا بنا یا جائے گا تو قیامت کے دن اسے جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائے گا۔"

اگر نیک ہو گا تو نجات پا جائے گا اور بُرا ہو گا تو پُل بھٹ کر گر جائے گا اس زاوہ  
ستر سال تک اس میں گرتا چلا جائے گا، اور اس حالیکہ جہنم تاریک ہو گی۔ اب بتا  
ان میں سے کونسی حدیث تیرے دل کو زیادہ دروند کرتی ہے۔

عمرؓ بولے ”وہ لوگوں، مگر یہ بتا کہ خلافت کو اتنی ذمہ داریوں کے ساتھ کون قبول  
کرے گا؟“

ابو ذر نے جواب دیا، خدا جس شخص کی ناک کاٹ دے گا اور اس کے رخصت کر  
کو زمین سے لگا دے گا، ہم آپ میں بہتری ہی دیکھتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ جسے  
اپنا قائم مقام بنائیں وہ اپنی ذمہ داریاں پوری طرح ادا نہ کر سکے لہذا پھر بھی آپ ہی پر  
گناہ رہے گا۔“

عمرؓ شام میں چکر لگاتے رہے وہ گورنروں، حاکموں اور فقیروں کی دیکھ بھال  
کرتے تھے، ایک جگہ خطیبہ دیتے ہوئے فرمایا:

”میں تم پر حاکم بنایا گیا تو میں نے اپنے فرائض پوری طرح ادا کیے، تم  
انصاف کریں گے، ہمارے لشکر تمہارے لشکر ہیں، ہم نے تمہیں وسعت  
عطا کی ہے اور تمہارے عطیات میں اعفانہ کیا ہے، تم میں سے جو کوئی  
ایسی بات جانتا ہے جو قابل عمل ہو تو ہمیں بتاؤ، تم اس پر عمل  
کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ“

لوگوں نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا کہ بلال کو اذان دینے کا حکم دیں، کیونکہ انھوں  
نے رسول اللہ کی وفات کے بعد کبھی کسی کے لیے اذان نہیں دی اور ان کی آواز  
سننے کا سنت اشیاق ہے۔ عمرؓ بلال کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”بلال اذان دے“ بلال کھڑے ہوئے اور اپنی قوی شوق انگین آواز سے  
اذان دینی شروع کی جو اکثر زمانہ رسالت میں مدینہ کی گلیوں میں گونجتی تھی ابو ذر نے  
گم دن بھکالی ان کے خیالات انھیں مدینہ سے گئے لہذا آپ نے اپنی خیالی آنکھوں  
سے رسول اللہ کو دیکھا کہ اصحاب ارد گرد ہیں تو پابو نے گھیر لیا اور آنسو بہنے لگے  
حضرت عمرؓ بھی نبی حبیب کا نام سن کر روئے گئے تھے کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی۔

## محدث ابو ذر

غریب فقیر لوگ ابو ذر کے زہد کی بنا پر ان کے معتقد ہو گئے ان کے پاس  
 اٹھنے بیٹھنے اور آنے جانے لگے۔ ان سے رسول اللہ اور ابو بکرؓ کی باتیں سنتے،  
 ابو ذر، اول درجے کے محدث تھے، بڑی فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے، وہ منفق  
 مسلمان کا نمونہ تھے لہذا تمام لوگوں کے قبلہ بن گئے، ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے،  
 لوگ ارد گرد جمع تھے، آپ حسب عادت احادیث نبوی بیان کر رہے تھے کہ  
 ایک شخص بولا:

”کاش میں نبی کو دیکھتا“

ابو ذر نے فرمایا، رسول اللہ نے فرمایا ہے ”میری امت میں سب سے زیادہ  
 محبت کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے اور کہیں گے کہ ہم  
 رسول اللہ کو دیکھتے چاہے ان کی اولاد اور مال کھن جائے“  
 ابو ذر نے سلسلہ حدیث جاری رکھا، معراج کی بات چھڑ گئی تو ایک شخص نے  
 دریافت کیا:

”رسول اللہ کو کیسے پہنچایا گیا؟“



ابو ذر نے کہا، رسول اللہ نے فرمایا "میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبریل اترے، انھوں نے میرا سینہ چاک کیا، آپ زم زم سے دھویا پھر ایک طلائی طشت لائے جو حکمت و ایمان سے بھر پور تھا، اُسے میرے سینہ میں لوٹ دیا گیا، پھر میرے سینہ کو بند کر دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا کی طرف لے گئے، جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبریل نے آسمان کے داروغہ سے کہا "کھول" اس نے پوچھا "یہ کون ہے؟" جبریل نے کہا "میرے ساتھ محمد ہیں۔" اُس نے پوچھا "کیا ان کے پاس پیغام بھیجا گیا ہے؟" جبریل نے کہا "ہاں! جب روازہ کھول دیا گیا تو ہم آسمان سے دنیا کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اُس کے دائیں جانب کچھ گروہ بیٹھے ہیں اور بائیں جانب بھی کچھ گروہ بیٹھے ہیں، جب وہ دائیں طرف دیکھتا ہے تو ہنستا ہے اور بائیں طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے۔ وہ شخص بولا "اؤ نیک نبی اور صالح فرزند" میں نے جبریل سے پوچھا "یہ کون ہے؟" اس نے کہا "آدم اور یہ جو ان کے دائیں بائیں ہیں یہ ان کی اولاد ہے، دائیں طرف جنتی ہیں اور بائیں طرف دوزخی ہیں، دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔"

ابو ذر نے جو نظر اٹھائی تو ایک اجنبی شخص دیکھا جسے اس سے پیشتر کبھی نہیں

دیکھا تھا، اس سے پوچھا:

"تم کون ہو؟"

"نافع طائی۔"

"کہاں کے رہنے والے ہو؟"

”عراق“

”کیا عبداللہ بن عامر کو جانتے ہو؟“

”ہاں“

”وہ میرے ساتھ رہتا تھا اور پڑھا کرتا تھا، پھر وہ امارت و ریاست کا طالب بن گیا، جب تم بصرہ جاؤ تو اس سے عطا، وہ دریافت کرے گا، کیا آپ کو کچھ خبر ہے؟ تو کہنا میں ابو ذر کافر ستاؤں ہوں، اس نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے ”ہم کھجور کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور اسی طرح زندہ ہیں جیسے تم زندہ ہو؟“ ابو ذر کا ایک دوست آیا، بیٹھا اور سلام کیا تو ابو ذر نے اس سے کہا:

”تم مدینہ سے کب آئے ہو؟“

”آج“

”کیا خبریں ہیں؟“

”حضرت عمرؓ کو پتا چلا کہ ابوسفیان اپنے بیٹے معاویہؓ کے پاس سے آیا ہے، عمرؓ کو خیال گذر کہ معاویہؓ نے اپنے باپ کو مال دیا ہو گا لہذا ابوسفیان کو بلا بھیجا اور کہا ”ابوسفیان ہمیں کچھ دے“ ابوسفیان بولا ”میرے پاس کیا ہے جو دونوں عمرؓ نے ابوسفیان کی انگوٹھی نکال کر اس کی بیوی ہند کے پاس بھیج دی کہ ابوسفیان نے کہا ہے کہ میں جو شام سے دو صندوقچیاں لایا ہوں ان دونوں کو بھیج دے، اور یہ انگشتری بطور نشانی بھیجی ہے“ قاصد وہ دونوں صندوقچیاں لے آیا، عمرؓ نے انہیں لوٹا تو دس ہزار درہم تھے لہذا دونوں صندوقچیاں بیت المال میں ڈال دیں۔“

ابو ذر نے کہا، بچا مجھے ان صحابہ پر تعجب ہے جو دنیا پر کتبوں کی طرح گرتے ہیں

اور سونے چاندی کو کوئی قیمت دیتے ہیں جبکہ رسول اللہ سے وہ سن چکے ہیں کہ  
 آپ نے فرمایا "مجھے اس دنیا سے کیا غرض، میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی مانند  
 ہے جو سخت گرمی کے دن سفر پر جا رہا ہو، پھر ایک گھنٹے کے لیے ایک درخت کے  
 نیچے بیٹھ گیا پھر اسے چھوڑ چھاڑ وہاں سے روانہ ہو گیا۔"

حاضرین میں سے ایک شخص بولا "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، مال و اولاد و دنیا  
 زندگی کی زینت ہیں۔"

ابو ذر نے کہا "بڑا تعجب تو اس شخص پر ہے جو دار بقا کی تصدیق کرتا ہے اور  
 دار فنا کے لیے کوشش کرتا ہے، ہمیں ازبیت دنیاوی سے کیا تعلق؟ کیونکہ اللہ  
 فرماتا ہے:

وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرًا مِمَّا

"نیک اعمال باقی رہنے والے تیرے پروردگار کے ہاں بہتر ہیں از روئے  
 ثواب کے اور اچھے ہیں از روئے امید کے۔"

نافع طائی بصرے پہنچا اور فوراً عبد اللہ بن عامر حاکم بصرہ کے پاس گیا، عبد اللہ  
 نے پوچھا "کیوں آئے ہو؟"  
 نافع نے کہا:

"میں شام میں تھا، ابو ذر سے ملا، انہوں نے مجھے آپ کے پاس قاصد  
 بنا کر بھیجا ہے۔"

جو نبی عبد اللہ بن عامر نے آپ کا نام سنا تو اس کا دل خشوع و خضوع سے

بھری گیا۔

نافع نے کہا:

”اٹھو! نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے ”میں کھجوریں کھاتا ہوں اور

پانی پیتا ہوں اور تیری ہی طرح زندہ ہوں۔“

جب عبداللہ بن عامر نے یہ پیغام سنا تو بہت متاثر ہوا اور گریبان میں منہ ڈال

کر زار و قطار رونے لگا حتیٰ کہ وامن تہ ہو گیا۔

## سرسرگش

شام میں اطلاع پہنچی کہ ابو لؤلؤہ جو ایک کوئی غلام تھا اور مدینہ گیا تھا اس نے نماز پڑھتے ہوئے حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا اور یہ کہ حضرت عمرؓ نے معاملہ، شور سے لے کے لپرو کر دیا ہے کہ علیؓ، عثمانؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، زبیر اور طلحہ میں سے کسی کو خلیفہ چن لیا جائے تو ابو ذر نے اپنے دل میں کہا:

”بھئی! سوائے علیؓ کے کون مستحقِ خلافت ہو سکتا ہے؟ لہذا ابو ذر نے یہ ارادہ کر لیا کہ مدینہ جا کر رہیں تاکہ اپنے دوست کی قربت رہے جس طرح کہ وہ نبی حبیب کے ساتھ رہے۔“

ابو ذر اپنی بیوی اور بچی کو لے کر شہر کی قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ سارے راستہ وہ یہ سوچتے چلے گئے کہ علیؓ خوب عادل و انصاف کریں گے لہذا ان کا دل مطمئن ہو گیا اور وہ خوش ہو گئے۔ راستے میں ایک دوسرا قافلہ شہر سے آتے ملا تو معلوم ہوا کہ عثمان بن عفان خلیفہ چن لیے گئے۔ ابو ذر نے سر ہلکا لیا، رنجیدہ ہو گئے اور بڑبڑانے لگے ”عثمان، بلاشبہ ایک نیک مرد ہے مگر ان میں وہ طاقت، عزم اور احتیاط نہیں جو عمرؓ میں تھی مگر کیلئے اس خلا کو پُر سکتے ہیں جو عمرؓ نے چھوڑا ہے۔“

تافلہ چلتے چلتے شرب پہنچ گیا، ابو ذر حضرت علیؑ کے پاس گئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ عثمانؓ کیوں منتخب ہوئے اور حضرت علیؑ نے کیوں اپنے حقوق کی طلب میں سستی کی، ابو ذر حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”یہی مشیتِ الہی تھی، اس کی مشیت کو کون بڑھا سکتا ہے؟“

ابو ذر مدینہ میں رہے۔ اہل حوں نے دیکھا کہ عثمانؓ، بنو امیہ کی طرف مائل ہیں اور حکومتِ اسلامیہ میں ان کا نفوذ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور سلطنت کی سی شان پیدا ہو گئی ہے۔ لوگ شان و شوکت اور عیش پرستی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور دنیا پر گرنے لگے ہیں، اہل حوں نے بیشتر صحابہ کو دیکھا کہ ان کا رنگ ہی بدل گیا ہے، زبیرؓ، طلحہ اور عبدالرحمان بن عوف نے جاگیریں اور گھر خرید لیے ہیں اور سعد بن ابی وقاص نے اپنے محل میں عقیق بڑھوائے ہیں اور اسے خوب اونچا بنایا ہے، عمن کو وسیع کیا ہے اور اس کے اوپر کنگرے بنائے ہیں لہذا ابو ذر کھڑے ہوئے وہ کسی امیر یا خلیفہ سے ڈرنے والے نہیں تھے، وہ لوگوں کو زہد کی طرف دعوت دینے لگے اور حضرت عثمانؓ پر حملے کرنے لگے۔

ایک دن اہل حوں معلوم ہوا کہ عثمانؓ نے مروان بن الحکم کو افریقیہ کے خزانہ سے پانچواں حصہ دیا ہے، ہرث بن ابی العاص کو تین لاکھ درہم دیے ہیں اور زید بن ثابت کو ایک لاکھ درہم، آپ مسجد میں بیٹھ کر یہ آیت تلاوت کرنے لگے:

وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ

اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے

انہیں تکلیف دہ عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے“

مروان کو معلوم ہوا کہ ابو ذر اس پر اور عثمان پر حملے کرتا ہے، تو اس نے حضرت عثمان

سے شکایت کی، آپ نے اسے غلام نائل کو بلا یا اور کہا ”ابو ذر کو بلا“

ابو ذر آئے عثمان نے دیکھتے ہی کہا:

”ابو ذر! جو کچھ میں سن رہا ہوں اس سے باز آجا“

”امیر المؤمنین! میرے بارے میں آپ نے کیا سنا ہے؟“

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکانا ہے“

”کیسے؟“

”تو مسجد میں بیٹھ کر یہی آیت پڑھتا ہے“

وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

”جو لوگ جمع کرتے ہیں سونے چاندی کو“

”کیا امیر المؤمنین مجھے کتاب اللہ پڑھنے سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کو

عیب لگانے سے روکتے ہیں جنہوں نے حکمِ خداوندی کو چھوڑ دیا ہے؟ قسم بخدا

میں عثمان کی خاطر اللہ کو ناراض نہیں کر سکتا، عثمان کی ناراضی میرے لیے خدا کی رضا مندی

سے بہتر ہے“

عثمان غنی کے چہرے پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے مگر ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ کس

طرح تو دیدہ گوئی لہذا خاموش ہو گئے اور دیر تک خاموش رہے تو ابو ذر وہاں سے

چلے آئے، ورنہ حالیکہ ان کا پختہ ارادہ تھا کہ اب وہ پہلے سے زیادہ حکمِ الہی کے

خلاف چلنے والوں پر تنقید کریں گے۔

ابوزر اور علیؑ کی اکثر ملاقات ہوتی رہی، ابوزر عثمانؓ پر بہت زیادہ حملے کرنے لگے، اس سے آپ کو غصہ آیا اور فرصت کے متلاشی رہے کہ ابوزر کو کسی طرح جلا وطن کر دیں، ایک دن آپ کو موقع مل گیا اس فرصت کو آپ نے عنایت کجا اور باطن سے نہ جانے دیا، ایک دن ابوزر حضرت عثمانؓ کے پاس آئے، کعب الاحبار بیٹھے تھے، یہ یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے تھے، ابوزر نے دونوں کو سلام کیا اور بیٹھ گئے، باتیں ہوتی رہیں، حضرت عثمانؓ نے کعب سے دریافت کیا:

”کیا امام کے لینے یہ جائز ہے کہ بیت المال سے روپیہ قرظ کے لئے اور جب مال وار ہو جائے تو ادا کر دے؟“

ابوزر بولے:

”ہرگز نہیں!“

کعب الاحبار نے کہا:

”کوئی حرج نہیں!“

ابوزر کعب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”یہودیوں کے بچے اتنے نہیں ہمارے دین کی تعلیم دیتا ہے۔“

کعب نے حضرت عثمانؓ کی طرف دیکھا اور عثمانؓ نے ابوزر سے کہا: ”تو مجھے بہت شانے

لگانے اور میرے دوستوں کو بھلی۔“

دونوں میں جھگڑا ہو گیا اور بات بڑھ گئی تو حضرت عثمانؓ نے بڑے غصہ سے کہا:

”جا شام چلا جا۔“



## اشتراکی

ابو ذر شام پہنچے، معاویہ ان دنوں اپنا قلعہ الحضر بنا رہے تھے، ہزاروں مزدور کام پر لگے ہوئے تھے، ایک دن معاویہ بڑے فخر سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے ابو ذر نے دیکھ پایا، گئے اور کہا:

”معاویہ! اگر یہ خدا کے مال سے ہے تو خیانت ہے اور اگر تیرے مال کے

ہے تو اکرام ہے۔“

معاویہ نے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا، ابو ذر چلے اور مسجد میں پہنچے وہاں پہنچے گئے، کچھ مسلمان ابو ذر سے معاویہ کی شکایت کرنے لگے، کہنے لگے سال بھر ہو گیا ہے کہ عطیات میں سے کچھ بھی نہیں ملا، ابو ذر نے سر جھکا لیا پھر کھڑے ہوئے، لوگ آپ کی طرف دیکھنے لگے تو آپ نے فرمایا:

”اب تو ایسی بدعتیں جاری ہو گئی ہیں جو نہ قرآن میں ہیں نہ حدیث میں، قسم بخدا میں دیکھتا ہوں کہ حق ٹٹتا جاتا ہے اور باطل زندہ ہوتا جاتا ہے، سچوں کو ٹھیک لایا جا رہا ہے اور فاسقوں کو تزیح دی جا رہی ہے۔ اسے مال دار و افیروں کی غم خواری کرو، خوش خبری سناؤ وہ ان لوگوں کو جو سونا چاہنا ہی سمجھتے ہیں اور راہِ خدا میں صرف نہیں

کرتے کہ ان کی پشیمانوں، پہلوؤں اور پشتوں کو آگ سے داغ دیا جائے گا۔ اے مال جمع کرنے والے پتیرے مال میں تین شریک ہیں :

۱۔ نقدیر، جو تیرے بڑے بھلے مال کے بارے میں تجھ سے مشورہ نہیں لیتی اور اسے ہلاک کر دیتی ہے۔

۲۔ وارث، جو اس بات کا منتظر ہے کہ تیری آنکھ بند ہو اور وہ تیرے مال کو لے جائے ورنہ آن جا لیکر تیری مذمت بھی کرتا ہے۔

۳۔ خود بخود، لہذا اگر ہو سکے تو تینوں میں تو عاجز نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَنفِقُونَ

”تم نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے حتیٰ کہ جس چیز کو پسند کرتے ہو اسے خرچ نہ کرو۔“

اے مال جمع کرنے والے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس

سے سب کچھ منقطع ہو جاتا ہے صرف تین چیزیں باقی رہ جاتی ہیں، صدقہ جاریہ،

علم نافع اور نیک بچہ جو اس کے لیے دعا کرتا ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے :

”میرے پروردگار نے مجھ سے کہا کہ مکہ کے پہاڑوں کو تیرے لیے سونا بنا

دوں تو میں نے کہا، پروردگار نہیں، میں تو ایک دن بھوکا رہوں اور ایک

دن سیر ہوں، مجھے تو بس یہی چہرہ پسند ہے تو جس دن میں بھوکا رہوں تیری

طرف گڑگڑاؤں اور تجھ سے دعا مانگوں اور جس دن سیر ہوں تو تیری تعریف

کروں۔“

تم لوگوں نے حویر کے پردے اور دیبا کے ٹیکے بنائے اور آزدی صوف

پر لیٹنا تھیں گوارا نہیں، رسول اللہ تو چٹائی پر سوتے تھے اور تم طرح طرح کے کھانے کھاتے ہو حالانکہ رسول اللہ تو جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہ بھرتے تھے۔ اے مال کے جمع کرنے والے! کیا تجھے معلوم نہیں کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ آسمان سے دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ایک کہتا ہے:

”اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے“ اور دوسرا کہتا ہے ”اے اللہ! بخیل کا مال تلف کر دے“

لوگوں نے ابو ذر کا وعظ سنا، فقرا اس کے گرد جمع ہو گئے اور امیر لوگ ڈرنے

لگے۔

جناب بن مسلمہ الفہری نے ابو ذر کے پاس لوگوں کا جھگڑا دیکھا تو کہا ”یہ تو بڑا بھاری فتنہ ہے“ وہ معاویہ کے پاس گئے اور کہا:

”ابو ذر شامی نظام کو بر باد کر دے گا، اگر آپ کو شامیوں کی ضرورت ہے تو اس کا تدارک کر لیجیے“

معاویہ غور کرنے لگے، آیا سختی سے گرفت کریں یا نرمی سے؟ مگر سختی کرنے سے آگ اور بھڑک جائے گی، کیا عثمان سے شکایت کریں؟ مگر عثمان کیا کہیں گے؟ وہ تو اپنی رعیت کے ایک آدمی کو بھی درست نہ کر سکے، بہتر یہ ہے کہ انہیں شام سے نکال دیں، اور کسی جنگ پر بھیج دیں، کیونکہ ابو ذر کو راہِ خدا میں جنگ کرنے سے بہت رغبت ہے۔ معاویہ اس بات سے مطمئن ہو گئے اور ابو ذر کو بلا لیا، ابو ذر آئے، اس وقت حضرت معاویہ کے پاس ابو ذر واع، شہادہ بن اوس اور عبادہ بن عاص

بیٹھے تھے، آپ بھی ان کے پاس جا بیٹھے، معاویہ نے کہا:

”میں نے خدا بخشے، حضرت عمرؓ کو لکھا تھا کہ مجھے فتح قبرص کی اجازت دی جائے اور یہ کہا تھا ”کہ حمص کے ایک گاؤں واسے قبرص کے کٹوں اور ان کی مرغیوں تک کی آوازیں سنتے ہیں“ غرض میں نے انھیں فتح قبرص کو بہت زیادہ آسان کر کے دکھایا مگر عمرؓ نے خدا بخشے، عمرو بن العاصؓ کو لکھا کہ مجھے سمندر اور اس کے سوار کا حال بناؤ، عمرو بن العاصؓ نے انھیں لکھا کہ ”وہ ایک بڑی بھاری مخلوق ہے جس پر ایک چھوٹی سی مخلوق سوار ہوتی ہے، بس اوپر آسمان اور نیچے پانی ہوتا ہے، اگر پانی ٹھیرا رہتا ہے تو دل پر نشیان رہتا ہے اور اگر طوفان آجاتا ہے تو عقلمیں اڑ جاتی ہیں عقلمیں کی قلت اور رشک کی کثرت ہوتی ہے، اس کا سوار لکڑی کے کیرے کی طرح ہوتا ہے کہ ذرا جھک جائے تو ڈوب جائے اور اگر نجات پا جائے تو جبران رہ جائے“ تو حضرت عمرؓ نے لکھا ”قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق دے کر بھیجا، میں کسی مسلمان کو کبھی بھی سمندری سفر پر نہیں جانے دوں گا“ اب میں نے حضرت عثمانؓ سے اجازت لے لی ہے انھوں نے فرمایا ہے کہ نیک فرماں بردار لوگوں کو بھیجو۔ اب معاملہ تم لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو کچھ چاہتے ہو کہہ دو۔“

ابو ذرؓ بولے ”اللہ کی راہ میں ایک دن جہاد کرنا باقی اعمال کے ہزاروں سے بہتر ہے۔ ہمیں جہاد کی طرف دعوت دی گئی ہے، ہم پر فرض ہے کہ لبیک کہیں۔“

بعض دوسرے صحابہ نے بھی تائید کی تو امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن قیسؓ، حلیف بنو خزاعہ کو سپہ سالار بنا دیا۔

کشتیاں تیار ہو گئیں، ابو ذر اپنی کشتی پر سوار ہوئے اس پر سالار نے روانگی کا حکم دیا، تنواریں چلنے لگیں اور اسلامی لشکر حرکت میں آ گیا۔

اسلامی بیڑا روانہ ہوا، صبح ہوتے ہی اوڑوں سے چنگھاڑنا شروع کیا تو موجوں میں اضطراب پیدا ہو گیا، لوگ پریشان ہو گئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے مگر کچھ دیر کے بعد کامل سکون ہو گیا اور لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تو ابو ذر نے یہ آیت پڑھنی شروع کر دی:

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضَّرَفُ فِي الْبَحْرِ مَضَلُّوا مِنْهُ لَمَّا جَاءُوكُمْ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضَّرَفُ فِي الْبَحْرِ مَضَلُّوا مِنْهُ لَمَّا جَاءُوكُمْ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضَّرَفُ فِي الْبَحْرِ مَضَلُّوا مِنْهُ لَمَّا جَاءُوكُمْ

”جب تمہیں سمندر میں ضرر کا سامنا ہوتا ہے تو اس وقت صرف اسی کو پکارتے ہو۔“  
اللہ نے نجات دے دی، بیڑا قبر صس پہنچا، اور وہاں منسرو کشت ہو گیا۔ غازیوں اور قبر عیسویوں میں جنگ ہوئی، تنواریں کھٹکنے لگیں، مسلمان شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے، اہل قبر عس کے لیے سوائے تسلیم کے کوئی چارہ کار نہ رہا لہذا وہ مسلمانوں کو حسبِ یہ دینے پر رضامند ہو گئے۔

قبر صس فتح ہو گیا تو ابو ذر وہاں سے چلے آئے، معاویہ کو تنگ کرنے کے لیے شام کا رخ کیا تاکہ اہل شام کی نرم نرم سبجوں کو کانٹوں سے بھر دیں۔

ابن سبا جو ابن السدواء کے نام سے مشہور تھا، مدینہ سے شام آیا، یہ یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا تھا، اسے پتہ چلا کہ ابو ذر شام آگئے ہیں لہذا وہ بھی شام چلا آیا، ابن سبا اہل بیت کی طرف دعوت دیا کرتا تھا اور عثمانؓ اور ان کے گورنروں کے خلاف لوگوں کو بھڑکا دیا کرتا تھا، ابن سبا کی ابو ذر سے ملاقات ہوئی تو وہ معاویہ کے خلاف

انہیں بھرکانے لگا:

”ابو ذر! دیکھو معاویہ کی یہ بات کتنی قبیح ہے، انگریز ہے، کتاب ہے مال اللہ کا ہے خیر بول تو ہر چیز اللہ کی ہے مگر اس بات سے اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا مال ہڑپ کر جائے۔“

ابو ذر نے کہا:

”کیا وہ ایسا کتاب ہے؟“

”ہاں، یہ بات وہ ہر خطبہ میں کہتا ہے۔“

”قسم بخدا میں اس کے خلاف اظہارِ ناراضگی کروں گا۔“

ابو ذر فوراً معاویہ کے قصر کی طرف گئے، داخلے کی اجازت چاہی، جب ابو ذر

داخل ہوئے تو معاویہ نے بہت مسرت کا اظہار کیا مگر ابو ذر نے پروا نہ کی وہ فوراً

مطلب کی بات پر آگئے اور کہا ”معاویہ! تو مسلمان کے مال کو اللہ کا مال کیوں کہتا

ہے؟“

”ابو ذر خدا تجھ پر رحم کرے۔۔۔ کیا ہم اللہ کے بندے نہیں ہیں؟ اور کیا

یہ سب دولت اللہ کی نہیں ہے؟“

”آئینہ ایسا نہ کہنا۔“

”اچھا اب میں یہی کہنا کروں گا کہ مال مسلمانوں کا ہے۔“

ابو ذر کوٹنے لگے تو معاویہ نے پوچھا ”ابو ذر! آپ مجھ سے کیوں ناراض ہیں؟“

”مالِ غنیمت مسلمانوں کا ہے، تجھے اس کے ذخیرہ کرنے کا کیا حق ہے؟ تو نے

رسول اور ابو بکر و عمرؓ کی مخالفت کی ہے اور نبیِ امیر کے لیے مال جمع کرتا ہے۔“

”بو ذرا میں جیسا کہ تیرا خیال ہے مال جمع نہیں کرتا البتہ مصالح عامہ کے لیے جمع کرتا ہوں، نہ مال کے ساتھ بخل کرتا ہوں، کوئی ایسا معاملہ نہیں جس میں خرچ کرنا ضروری ہو اور میں نے نہ کیا ہو۔“

”تو اپنے عطیات کو اللہ کے لیے نہیں دیتا بلکہ اس لیے دیتا ہے تاکہ لوگ تجھے سخی کہیں اور یہی کہا جاتا ہے۔ معاویہ! تو نے امیروں کو اور امیر کو دیا اور فقیروں کو اور زیادہ فقیر کر دیا۔“

”بو ذرا اپنی حرکتوں سے باز آ جا کیونکہ تو لوگوں کو ایسے فتنے کی طرف لے جا رہا ہے جس کا حال بس اللہ ہی جانتا ہے۔“

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے، میں اس وقت تک ہرگز باز نہیں آؤں گا جب تک کہ امیر لوگ غریبوں کو نہ دیں گے۔“

یہ کہہ کر ابو ذر وہاں سے چلے آئے، معاویہ تھوڑی دیر تک سوچ بچار میں رہے پھر کمرے میں ٹہلنے لگے، پھر سرمایہ داروں کی کھٹلی لاؤ، ایک ملازم کو بلایا اور اس سے کہا ابو ذر کو دے آؤ، ملازم پیچھے پیچھے گیا، راہ میں ابو ذر کو جا لیا اور بولا:

”امیر معاویہ نے آپ کی خدمت میں یہ کھٹلی بھیجی ہے۔“

ابو ذر نے کھٹلی دیکھی اور کہا ”اگر یہ روپیہ وہ ہے جو میرے اس سال کے عطیہ کا تھا تو میں اسے قبول کرتا ہوں اور اگر صلہ ہے تو میں اسے قبول نہیں کر سکتا۔“

خادم کھٹلی لیے کھڑا رہا تو ابو ذر بولے ”اسی کے پاس لے جا مجھے ضرورت نہیں ہے۔“

پھر ابو ذر مسجد میں پہنچے لوگ ارد گرد جمع ہو گئے تو کہا:

”اے امیر و! چو کچھ اللہ نے دیات ہے اس میں سے خرچ کرو، دنیاوی زندگی تمہیں  
 دھوکے میں ڈال دے، اپنے مالوں میں سائل و محروم کا حق رکھو، رسول اللہ نے  
 فرمایا ہے ”تمہیں بہتات کے شوق نے غافل کر رکھا ہے، ابن آدم کتنا ہے، میرا مال  
 میرا مال، مگر تیرا مال تو بس وہی ہے جو تو نے کھالیا اور فنا کر دیا یا اپن لیا اور پراٹا  
 کر دیا یا عداقت کر دیا تو جمع کر دیا۔“ اے امیر و! اللہ نے خزانے جمع کرنے سے منع کیا  
 ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے ”ہلاکت ہو سونے کے لیے، ہلاکت ہو چاندی کے  
 لیے، ہلاکت ہو سونے کے لیے، ہلاکت ہو چاندی کے لیے۔“

رسول اللہ کے اس قول سے صحابہ طویل ہو گئے جیسے تم لوگ طویل ہوتے ہو  
 تو انہوں نے سوال کیا ”پھر ہم کو نسا مال حاصل کریں؟“ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں فرمایا  
 کیے دیتا ہوں، آپ رسول اللہ کے پاس گئے اور عرض کی ”آپ کے اصحاب کو  
 یہ بات بہت گراں گذری ہے، پھر کو نسا مال حاصل کریں؟“ رسول اللہ نے فرمایا  
 ”ذکر کرنے والی زبان، شاکر دل، اور نیک پوی جو تمہیں تمہارے دین پر مدد دے  
 مالِ غنیمت مسلمانوں کا حق ہے مگر معاویہ انہیں جمع کرتا ہے، تاکہ اپنے خادموں  
 اور نگہبانوں پر خرچ کرے اور اپنے جاہ و جلال پر صرف کرے، معاویہ یہ بھول گیا  
 کہ اسے اللہ کے مال سے صرف دو ٹھٹے لینے جائز ہیں، ایک حنہ جاڑوں کے لیے  
 اور ایک حنہ موسم گرما کے لیے، حج اور عمرہ کا خرچ، اپنا اور اپنے گھر کا رزق، وہ  
 بھی اتنا ہی جتنا کہ ایک عام قریشی لے سکتا ہے جو نہ زیادہ امیر ہو اور نہ غریب،  
 یہ وہ دستور ہے جو صالح عمر نے مقرر کیا تھا تو معاویہ اس کی اتباع کیوں نہیں کرتا؟  
 مالِ غنیمت تمام مسلمانوں پر تقسیم ہونا چاہیے جس طرح رسول اللہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے



زمانے میں تقسیم ہوتا تھا، جاگیریں اور گھر جمع کیے جا رہے ہیں اور ان کی زینت پر ہزاروں دینار خرچ کیے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کو کھلا دیا جاتا ہے، عمر غنہ حج کیا تو آنے جانے پر سولہ دینار خرچ کیے اور اپنے بیٹے سے کہا ہم نے اس سفر میں بہت خرچ کر دیا، عمر غنہ سولہ دینار کو بھی بہت سمجھتا ہے اور معاویہ بنو امیہ کو ہزاروں دینار دینا ہے پھر بھی کھوڑا سمجھتا ہے۔

ایک شخص نے کان میں کہا معاویہ کو کیا کہہ رہے ہو، ڈرو، ابو ذر اس کی نظر متوجہ ہوئے اور کہا امیرے دوست نے مجھے نصیحت کی تھی کہ میں سچی بات کہوں اگرچہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو اور راہ خدا میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہ کروں۔ میں ان ہی کی طرح یہ دعا کرتا ہوں "اے اللہ! میں تجھ سے بڑوں سے پناہ مانگتا ہوں، نخل سے پناہ چاہتا ہوں، لمبی عمر سے پناہ مانگتا ہوں اور دنیا اور عذابِ قبر کے فتنے سے پناہ چاہتا ہوں۔" پھر کہنا شروع کیا:

"لوگ طرح طرح کے کھانے بنانے لگے ہیں اور رنگ رنگ کے کھانوں کے منہم کینے کے لیے دریا میں کھاتے ہیں، یہی دنیا سے رخصت ہوئے اور ایک دن بھی آپ نے روکھانوں سے پیٹ نہیں بھرا، جب کھجوریں کھاتے تو روٹی نہ کھاتے اہل بیت نے کبھی تین دن متواتر سو کی روٹی سے بھی صبح و شام میں پیٹ نہیں بھرا حتیٰ کہ آپ اللہ سے جائے، رسول اللہ کے ہاں ایک چاند سے دوسرا چاند آ جاتا تھا اور آپ کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی، نہ روٹی نہ کھانا۔"

ایک شخص نے پوچھا "پھر وہ کیسے زندہ رہتے تھے؟" فرمایا "کھجور اور پانی کھاتے تھے۔" رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ کسی آدمی نے

کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ بدترین نہیں بھرا، ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت مضبوط رہے، اگر کھانا ضروری ہی ہو تو نہائی کھانے کے لیے نہائی پانی کے لیے اور نہائی سانس کے لیے رکھو۔

رسول اللہ نے فرمایا ہے ”پیٹ بھرنے سے بچو کیونکہ یہ سستی پیدا کرتا ہے، جسم کو خراب کرتا ہے اور بیماری سے دوچار کرتا ہے۔ اپنی روزی میں میانہ روی برتو کیونکہ یہ اسراف سے بچاتی ہے، بدن کے لیے مقوی ہے اور عبادت کے لیے معاون ہے۔“

یہ خیال نہ کرنا کہ صحابہ اس لیے زہد کی رغبت دلاتے تھے کہ ان کے پاس کچھ نہ تھا، نہیں، بلکہ رضائے الہی کے لیے، حفصہ نے عمر سے کہا جبکہ رزق کی وسعت اور مدینہ میں مال کی کثرت ہو گئی تھی ”امیر المؤمنین! آپ نرم کپڑا اور اچھا کھانا کھایا کیجیے اب تو رزق کی کثرت اور مال کی بہتات ہو گئی ہے۔“ آپ نے فرمایا:

”میں اس بارے میں تجھ سے بہت جھگڑوں گا، تجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ

نے کیسی سخت زندگی گزار دی اور اسی طرح ابو بکر نے بھی۔“ آپ برابر اخصیوت لکھتے رہے حتیٰ کہ وہ روپڑیں، آپ نے فرمایا ”بخدا میں ان دونوں کی سی سخت زندگی

گزاروں گا تا پیدان کی رضا مندی حاصل کر سکوں۔“ رسول اللہ مال غنیمت میں سے

پانچواں حصہ لیا کرتے تھے، آپ نے کچھ جمع کیا نہ ذخیرہ کیا، بلکہ جو کچھ آتا صدقہ کر دیتے

بعد ازاں کھانے تک کے لیے بھی کچھ نہ ہوتا، عائشہ نے آپ کو جھوٹا دکھانا دیکھا:

”یا رسول اللہ! آپ اللہ سے کیوں درخواست نہیں کرتے کہ وہ آپ کو کھانا

کھلا دے؟“ یہ کہہ کر وہ روپڑیں تو آپ نے فرمایا ”عائشہ! قسم ہے اس ذات کی جس کے

ہاتھوں میں میری جان ہے، اگر میں ریکے در خواست کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ  
 چلائے تو وہ چلا دیتا مگر میں نے سیری پر بھوک کو ترجیح دی، فقیری کو تو نگری پر دینا  
 کے علم کو خوشی پر، اسے عائشہؓ دینا محمدؐ اور آلِ محمدؑ کے شایان نہیں بلکہ عائشہؓ  
 اللہ نے اولوالعزم رسولوں سے صبر ہی کا مطالبہ کیا ہے اور عیبی تکلیفیں مجھے بخشی ہیں  
 ایسی ہی انھیں بھی دیں، چنانچہ فرماتا ہے :

فا صبر کما صبر اولوالعزم من الرسل

” صبر کرو جس طرح کہ اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔“

قسم بخدا مجھے سوائے اس کی اطاعت کے کوئی اور چارہ کار نہیں ہے، میں

بخدا اسی طرح صبر کروں گا جس طرح کہ انھوں نے کیا۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ

# بغوت

ابو ذر اپنی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے، امیروں پر اور زیادہ سختی سے تنقید کرنے لگے، جمع کرنے سے روکتے، فقیروں کی غم خواری کی طرف دعوت دیتے اور مسلمانوں کو مال کی تقسیم کی تلقین کرتے جس طرح رسول اللہ ابو بکر و عمرؓ کے دور میں تھا، فقیر، امیروں سے ناراض ہو گئے لہذا امیروں نے معاویہ سے التجا کی اور ابو ذر کے پروپیگنڈے کی شکایت کی، معاویہ نے انھیں بلا بھیجا اور نچترہ ارادہ کر لیا کہ اس فتنے کو جوڑ سے اکھاڑ کر پھینکیں گے جس نے ان کی سلطنت کی بنیادیں ہلا دی ہیں اور ان کی امیروں کو خاک میں ملا دیا ہے۔

ابو ذر اپنے ویلے پتلے لمبے قد کے ساتھ معاویہ کے دربار میں داخل ہوئے، آپ کے گندم گوں پھرے پر عزم و استقلال کی آیات کندہ تھیں، معاویہ ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے اور اپنے برابر جگہ دی، پھر خادموں کو پکارا اور کھانا لانے کا حکم دیا، دسترخوان بچھایا گیا اور طرح طرح کے لذیذ کھانے چنے گئے، جن سے منہ میں پانی بھر آئے، معاویہ نے ابو ذر سے کہا تناول فرمائیے، ابو ذر نے انکار کر دیا اور کہا:

”میں تو ہر ہفتہ دو سیر گیہوں کھاتا ہوں، رسول اللہ کے زمانے سے میرا ہی دستور ہے، بخدا اس سے زیادہ نہیں کروں گا جب تک کہ ان سے نہ جا ملوں۔“

پھر معاویہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

”تم نے رنگ ہی بدل دیا، تمہارے لیے جو کو چھانا جاتا ہے اور پہلے ایسا نہیں کیا جاتا تھا، تم میرے کی روٹی پکواتے ہو، دو سالن ایک دسترخوان پر جمع کرتے ہو، رنگ رنگ کے کھانے کھاتے ہو، صبح کو ایک جوڑا اور شام کو دوسرا جوڑا پختے ہو، رسول اللہ کے دور میں تو تم ایسے نہ تھتے۔“

”وہ زمانہ ختم ہو گیا، اب ہم عجیبوں کے شہروں میں ہیں اگر ایسا نہ کریں تو وہ ہمیں حقیر سمجھیں گے۔“

”میں تو اپنی بہیت تبدیل نہیں کر سکتا، شاید قیامت کے دن میں رسول اللہ سے بہ نسبت تمہارے زیادہ قریب ہوں، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے ”قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب تم میں سے وہ شخص ہو گا جو دنیا سے اس بہیت پر نکلے گا جس پر میں نے اُسے چھوڑا ہے۔“ قسم بخدا! انہم میں سے ہر ایک سوائے میرے بالکل بدل گیا ہے۔“

”ابو ذر! امیر لوگ تیری شکایت کرتے ہیں“ کتنے ہیں تو غریبوں کو ان کے خلاف بھڑکاتا ہے۔“

”میں انہیں ذخیرہ اندوزی سے روکتا ہوں۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:“

والذین یکتدون الذہب والفضة ولا ینفقونہا فی سبیل

اللہ فبشر ہم بعذاب الیم

”جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں

عذابِ الیم کی خوش خبری سنا دو۔“

”یہ آیت تو اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔“

”منہیں، ان کے اور بھائیوں کے بارے میں اتنی تھی۔“

”میں حکم دیتا ہوں کہ اپنی حرکت سے باز آجا۔“

”قسم بخدا، میں تم لوگوں کو زہد کی طرف بلاتا رہوں گا، مال جمع کرنے سے

ڈرتا رہوں گا اور ذخیرہ اندوزوں کو عذابِ تمہم کی خوش خبری دیتا رہوں گا۔“

”بہتر یہی ہے کہ تو باز آجائے۔“

”واللہ، میں باز نہیں آؤں گا جب تک کہ مال غریبوں میں تقسیم نہ کیے جائیں گے۔“

”ابو ذر! اب میرے تیرے درمیان تعلقات ختم، ڈر۔“

”ہمیں وہی پہنچ سکتا ہے جو مقدر میں لکھا ہے۔“

ابو ذر نے وضو کیا، مسجد میں بیٹھ گئے اور قرآن پڑھنے لگے، ان کی لڑکی آئی،

وہ صوف کے کپڑے پہنے ہوئے تھی اس کا چہرہ خشک تھا اور اس کے ساتھ ایک زنبیل

تھی، سامنے آئی اور بولی:

”باپ! لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے یہ پیسے بھی دولت ہیں۔“

”بیٹی! رکھو، اللہ تیرا باپ نہ سونے کا مالک ہے نہ چاندی کا، بس

یہی چند پیسے تو ہیں۔“

لڑکی لوٹ گئی، اور معاویہ کے گردان کے غلام اور ملازم کھڑے تھے۔ پھر  
 جمعہ کی افواہ ہوئی، معاویہ منبر پر خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا:  
 ”مال ہمارا ہے اور مالِ غنیمت ہمارا ہے، ہم جسے چاہیں دیں اور جسے  
 چاہیں نہ دیں۔“

حاضرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا:

”ہرگز نہیں، مال ہمارا ہے اور مالِ غنیمت بھی ہمارا ہے، لہذا جو کوئی اس کے  
 اور ہمارے درمیان حائل ہو گا ہم اس کے خلاف راہِ خدا میں تلوار اٹھائیں گے۔“  
 امیر معاویہ نے گردن جھکالی، سمجھ گئے کہ یہ حرکت ابوذر کی سے، ثواب ابوذر  
 کو سختی سے پکڑنا چاہیے تاکہ مخالفین کے لیے عبرت بن جائے، مگر کسی نے  
 سخت گیری عام فتنہ کا باعث نہ بن جائے، چالاک معاویہ نے کھوڑی دیر سوچا، اور  
 یہ طے کیا کہ بہتر یہی ہے کہ ابوذر کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے لہذا نماز کے بعد اس  
 شخص کو بلایا اور لوگوں سے کہا ”اس شخص نے مجھے زندہ کر دیا اللہ اسے زندہ  
 کر دے، میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرماتے ہیں ”میرے بعد ایسے  
 حاکم ہوں گے جو کوئی بات کہیں گے اور کسی کی تردید کی مجال نہ ہوگی، وہ جہنم میں  
 اس طرح گھس جائیں گے جیسے چمڑی کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے۔“  
 سلامتی کے ساتھ جمعہ کی نماز ہو گئی معاویہ غصہ میں بھرے ہوئے محل میں داخل  
 ہوئے تو گھر والوں میں سے کسی نے پوچھا:

”کیا ہوا؟ آج اس قدر ناراض کیوں ہیں؟“

”ابوذر نے مجھے تنگ کر ڈالا ہے۔ بخدا وہ قوم کو خراب کر دیں گے اگر ہم نے“

اس کا تذکرہ نہ کیا۔

”بجز اس کے میں کافی ہوں۔“

”سختی سے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔“

”کیا پتا؟“

وہ شخص ابو ذر کے گھر گیا سختی سے دروازہ کھٹکھٹایا اور کھول دیا، ابو ذر برآمد ہوئے تو اس شخص کو پہچان دے مگر شر اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا، دریافت

کیا:

”خیر تو ہے؟“

”نہیں، ابو ذر! شر ہے، اگر تو معاویہ پر حملہ کرنے سے باز نہ آیا اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانے سے نہ روکا تو آج کے بعد زمین پر نہیں چل سکے گا۔“

ابو ذر نے اطمینان سے جواب دیا:

”میں موت سے نہیں ڈرتا۔“

”ابو ذر! مان جا، معاویہ کو ناراض نہ کر۔“

”معاویہ کو ناراض کرنا اللہ کے ناراض کرنے سے بہتر ہے۔“

”مان جا، ہمارے خلاف لوگوں کو نہ بھڑکا، اپنی تبلیغ سے باز آجا۔“

”بجز کبھی نہیں مانوں گا جب تک کہ لوگوں میں مال تقسیم نہ کر دیے جائیں۔“

”واللہ ہم خوب جانتے ہیں تو جس کے لیے یہ کام کر رہا ہے، واللہ اگر تو باز

نہ آیا تو تجھے سخت مصائب میں مبتلا کر دیں گے۔“

”قسم بجز، میں باز نہ آؤں گا جب تک کہ کتاب اللہ پر عمل نہیں کرے۔“



”اس شخص نے گردن جھکالی، سوچنے لگا کہ کوئی لالچ دینا چاہیے شاید نرم پڑ جائے۔“

”ابو ذر! تجھے تیری مال روئے، علیؑ تجھے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور ہم سے کیسے بچا سکتا ہے، رہا معاویہ سو اس کے پاس بڑا مال ہے اور وہ تیری منٹھی میں ہے۔“

”مجھے مال کی ضرورت نہیں، مجھے تو صرف اللہ کی رضا مندی چاہیے۔“  
 ”اب میں معذور ہوں، میں نے تجھے سب کچھ بتا دیا، تو موت کی طرف جا رہا ہے۔“

”میرے لیے موت زندگی سے بہتر ہے۔“



ابو ذر کو ہر طرف سے مصائب نے گھیر لیا، انھیں بنو امیہ کے ہاتھوں بڑی بڑی مصیبتیں پہنچیں، ظلم کیسے گئے، مال روک دیا گیا مگر وہ کسی طرح کمزور نہیں پڑے نہ بازارے بلکہ اور زیادہ سخت حملے کرنے لگے، ایک دن وہ علی الاعلان معاویہ پر برس پڑے اور لوگوں کے سامنے اپنے وعظ میں کہا:

”بنو امیہ، مجھے فقر و فاقہ اور قتل کی دھمکی دیتے ہیں، فقر مجھے تو مگر ہی سے

زیادہ محبوب ہے اور زمین کا اندرونی حصہ پیر و فی حصہ سے زیادہ پسندیدہ ہے، اللہ کا مال اللہ کے بندوں پر خرچ کر دو، یہ مدت کہو کہ اللہ کے ہاتھ بنا رہیں، اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔“ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے، اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے، سنو، اطاعت کرو اور خرچ کر دو، یہ

تھارے لیے بہتر ہے، جو لوگ نخل سے پھیں وہ فلاح پانے والوں سے ہیں، اگر اللہ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ تمہیں دو چاند اور سہ چاند دے گا، تمہیں بخش دے گا اور اللہ شکر کو قبول کرنے والا بڑا بار ہے، حاضر و غائب کا جاننے والا، غالب اور حکمت والا ہے۔“

اس طرح ابو ذر مال کے جمع کرنے والوں پر حملے کرتے رہے اور یہ تمہیں مال کی تبلیغ کرتے رہے، رات ہو گئی اور وہ گھر کو چلے، راہ میں یاد آیا کہ بچی کو پیار چھوڑ آئے تھے، لہذا جلدی جلدی چلنے لگے مگر ضمیر بکا رہا تھا، کہ تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں۔ یہ خیالات آواز کی صورت میں ان کے کانوں میں گونجنے لگے، جب گھر پہنچے تو جلدی سے داخل ہوئے، بیٹی کو ساکن و صامت پایا، برابر میں اس کی ماں بیٹھی تھی، غم اس کے چہرے پر تھا ہوا تھا اور آنکھوں میں آنسو پھرے تھے ابو ذر کو دیکھا تو رونے لگی، ابو ذر نے سر جھکایا اور بولے:

”اتاللہ وانا الیہ راجعون“

پھر بیٹھ گئے اور سر جھکایا، خیال آیا کہ ایک دن قریش کے اسلام لانے سے پیشتر وہ یتیم میں رسول اللہ کے پاس بیٹھے تھے، یہ وہ دن تھا جبکہ قریش نے صبح صبح مدینے پر ٹوٹ ڈالی تھی اور ان کے لڑکے کو قتل کر دیا تھا پھر وہ لوگ واپس چلے گئے تھے، یاد کرنے لگے کہ رسول اللہ نے ان کی غم خواری کی بہتی تو بڑبڑانے لگے:

”لا حول ولا قوۃ الا باللہ رب موت کے لیے پیدا ہوتے ہیں اور دیرانے کے آباؤ کرنے کے لیے آتے ہیں۔“



ابو ذر نے اپنی دعوت شروع کر دی اور ذخیرہ اندوزوں کو تکلیف دہ عذاب کی بشارت دینے لگے، معاویہ ان سے خلاصی حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے کہ کسی طرح ان کے مشن کو ناکامیاب کر دیں، اظہوں نے سوچا کہ اگر ذخیرہ اندوزوں کے خلاف بولنے والے کے ہاں ذخیرہ ثابت کر دیا جائے تو خلاصی ہو سکتی ہے لہذا اظہوں نے اس کے لیے ایک بہترین راہ سوچ لی اور لعین کر لیا کہ تیر نشانہ پر ضرور لگے گا۔

معاویہ نے ایک قاعد کو بلا یا اور اسے ہزار دینار دیے اور رات کی تاریکی میں اسے ابو ذر کے پاس بھیجا، پھر جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو اسی قاعد کو بلا کر کہا: ”ابو ذر کے پاس جا اور کہہ کہ مجھے معاویہ کے عذاب سے چھڑا دے، وہ دراصل کسی اور کے پاس بھیجے تھے، میں غلطی سے آپ کو دے گیا“ قاعد گیا اور ابو ذر سے یہی بات جا کر کہی۔

ابو ذر نے کہا، بیٹا! معاویہ سے کہنا ”جو کچھ آپ نے بھیجا تھا صبح تک اس میں سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں بچا، لہذا ہمیں تین دن کی نفلت دیکھیے۔“ معاویہ سمجھ گئے کہ ابو ذر اپنے قول میں سچا ہے، اس نے سب دینار ایک ہی رات میں خرچ کر دیے۔ افسوس! تیر نشانہ پر نہیں لگا۔

معاویہ نے ابو ذر کے ساتھ نرمی برتی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، پھر سختی کی تو بھی کچھ نہ ہوا، ابو ذر کو خریدنا چاہا تب بھی کامیابی نہ ہوئی لہذا اب ان کے سامنے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ رہا کہ اظہیں شام سے نکال دیں، معاویہ نے حضرت عثمان کو لکھا: ”ابو ذر کے پاس لوگ جمع رہتے ہیں، اس نے مجھے تنگ کر ڈالا ہے، مجھے

ڈرے کہ وہ لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکانے لگا، اگر آپ کو قوم کی کچھ ضرورت  
ہے تو اس کی کچھ سبیل کیجیے۔“

حضرت عثمانؓ نے لکھا:

”فتنے نے اپنے پر پڑے نکال لیے ہیں، اب صرف جملہ کرنا باقی ہے، لہذا

زخم کو نہ پھیرو، ابوذر کو میرے پاس بھیجو اور اس کے ساتھ کسی کو روانہ کرو اور اپنے  
آپ کو اور لوگوں کو حقیقی الامکان بچاؤ۔“

## دیں نکالا

امیر المؤمنین کی چھٹی معاویہ کو ملی تو ابوذر کو ایک اونٹ پر سوار کر دیا جس پر ایک سخت پالان وھرا تھا، ان کے ساتھ پانچ حبشی غلام کیے جو انھیں بھگائے لیے جا رہے تھے اور ایک اونٹ کے لیے آرام نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ آپ کی رانوں کی کھال اڑ گئی اور آپ لپ و م ہو گئے، سخت تکلیف پہنچی مگر آپ نے سر ہچکایا، سوچا کہ یہ سب مصائب اس لیے پڑ رہے ہیں کہ کتاب اللہ کے اتباع کی طرف دعوت دے رہے ہیں، یاد کرنے لگے کہ ایک دن یشرب کی گلیوں میں رسول اللہ کے ساتھ جا رہے تھے، تو رسول اللہ نے فرمایا تھا "ابوذر! تو ایک نیک آدمی ہے، تجھے میرے بعد بڑے مصائب کا سامنا ہو گا۔" "کیا راہ خدا میں؟" "ہاں۔" "مر جبا، حکم الہی جو کچھ ہو۔" ابوذر کا دل اطمینان و سکون سے بھر گیا اور جو غم کا بادل چھا رہا تھا، پھٹ گیا اور سکون و اطمینان نے اس کی جگہ لے لی۔ قافلہ مدینہ پہنچا، ابوذر نے کچھ لوگ سلع پہاڑ کے نیچے بیٹھے دیکھے، تو کہا "اہل مدینہ کو خوش خبری سنا دو کہ ایک سخت حملہ ہو گا اور یادگار جنگ ہو گی۔"

ابوذر عثمان کے پاس گئے، علی اور بعض مسلمان بیٹھے تھے، حضرت عثمان نے

سنا۔ یہ روایت بالکل غلط ہے آپ کو معاویہ نے بہت آرام سے بھیجا تھا، حدیث،

دیکھا تو کہا:

”اے جنید! اللہ تیری آنکھیں کھنڈی نہ کرے“ (جنید کے معنی ٹھہری کے ہیں)  
 ”میں بے شک جنید ہوں مگر رسول اللہ نے میرا نام عبد اللہ رکھا تھا لہذا میں  
 نے اپنے اصلی نام کو چھوڑ کر رسول اللہ کے دھڑے نام کو چن لیا“  
 ”اہل شام کیوں تیری چرب زبانی کی شکایت کرتے ہیں؟“  
 ”لوگوں نے مال جمع کر لیے ہیں لہذا میں نے انہیں جہنم کی بشارت دی“  
 ”تو ہی وہ شخص ہے جو یہ کہتا ہے“ کہ ہم لوگ یہ کہتے ہیں، کہ اللہ فقیر ہے، اللہ  
 کے ہاتھ بند ہیں اور ہم امیر ہیں؟“

”اگر تم لوگ ایسا نہ کہتے تو خدا کی مال کو اس کے بندوں پر خرچ کر دیتے، میں  
 نے تجھے نصیحت کی تو تو نے میرے ساتھ بدسلوکی کی اور تیرے دوست کو نصیحت کی تو  
 اس نے بھی بدسلوکی کی۔“

”تو جھوٹا ہے، تو فتنہ پرواز ہے، تو نے شامیوں کو ہمارا مخالف بنا دیا“  
 ”اپنے پھلے دونوں خلفاء کی اتباع کر، کوئی بھی تجھے کچھ نہیں کہہ سکتا“  
 ”تجھے اس سے کیا غرض؟ مرے تیری مال؟“

”بچاؤ، اللہ میرے پاس اس کے سوا اور کوئی غم نہیں کہ میں بھلائی کا حکم دیتا  
 ہوں اور بُرائی سے روکتا ہوں۔“

حضرت عثمانؓ کا پہرہ غصہ سے مٹا گیا اور کہا:

”اس جھوٹے بڑھے کے بارے میں مجھے مشورہ دو، آیا اسے پواؤں یا قتل  
 کرواؤں؟ کیونکہ اس نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا ہے، یا سر زمین اسلام سے آگے

نیکال دوں؟

حضرت علیؑ یوں:

”میں تو وہی مشورہ دوں گا جو آل فرعون کے ایک نو من نے دیا تھا، کہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کا بھوٹ اس کے سر پر پڑے گا اور اگر سچا ہے تو جو کچھ یہ کہتا ہے وہ کچھ تو تم پر ضرور پڑے گا، بے شک اللہ سے بڑھنے والے، بھوٹے انسان کو ہدایت نہیں دیتا۔“

عثمانؓ نے جواب دیا اور تخت لگائی کہ وہ علیؑ کا جاسوس ہے، علیؑ نے اس سے زیادہ سخت جواب دیا، دونوں میں جھگڑا بڑھ گیا، آخر لوگوں نے بیچ بچاؤ کر لیا، حضرت عثمانؓ نے کہا:

”میں حکم دیتا ہوں کہ کوئی شخص ابوذر سے بات نہ کرے نہ اس کے پاس

”

ابوذر، عثمانؓ کے پاس سے چلے آئے، لوگ باہر منتظر تھے سب گروہ ہو گئے جیسے کبھی انہیں نہ دیکھا تھا۔

ایک دن ابوذر مسجد میں بیٹھے تھے ایک شخص اس کو سوال کرنے لگا:

”عثمانؓ کے صدقہ وصول کرنے والوں نے ہم پر زیادتی کی ہے، کیا ہم جس قدر اظہار نے زیادہ لیا ہے اتنا ہی کم کر سکتے ہیں؟“

”نہیں! اپنے مال کو رد کر لو اور کہہ دو ”جو حق ہے لے لو اور جو ناحق ہے

چھوڑ دو“ اگر پھر بھی زیادتی کریں گے تو یہ روز قیامت میں تمہیں مل جائے گا۔“

ایک قریشی لوجوان بولا ”ابوذر! مجھے امیر المؤمنین نے فتویٰ دینے سے منع

کیا تھا؟

”کیا تو میرا نگہبان ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے اگر تم لوگ یہاں تلوار رکھ دو گے دگر دن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور مجھے یہ گمان ہو کہ گزرنے سے پہلے رسول اللہ کا ایک حکم ہی تمہیں سنا سکوں گا تو ضرور سناؤں گا“

ابو ذر نے پھر اپنی تبلیغ زوروں سے شروع کر دی، امیروں کو برا بھلا کہنے لگے، فقیروں کی غمخواری کی ترغیب اور یتیم مال کی تبلیغ کرنے لگے، حضرت عثمانؓ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوتے ہیں تو قاصد بھیج کر بلا لیا، کعب الاحبار اور بعض مسلمان آپ کے پاس بیٹھے تھے حضرت عثمانؓ نے کہا:

”ابو ذر! تو باز نہیں آئے گا؟“

”جب تک کہ فقیروں کی غمخواری نہ کی جائے گی“

عثمانؓ پاس بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”تم لوگوں کی کیا رائے ہے اگر کوئی شخص زکوٰۃ دے دے تو کیا اس کے

ذمہ کچھ حق باقی رہ جاتا ہے؟“

کعب الاحبار بولے:

”نہیں اے امیر المؤمنین!“

ابو ذر نے کعب کو دھکا دیا اور کہا ”بووی عورت کے پوتے! تو نے مجھ کو کہا، اللہ تو اس کے خلاف فرماتا ہے، کتاب ہے، مال و قریبوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کو“



عثمانؓ نے کہا: ابوذرؓ ممکن نہیں کہ میں لوگوں کو زہد پر مجبور کروں، ہاں حکم خداوندی کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہوں اور اقتصاد کی تزئین و آرائش کر سکتا ہوں۔  
 ابوذر نے کہا: ہم اس وقت تک امیروں سے راضی نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ فقیروں پر خرچ نہ کریں گے، کمزوروں اور یتیموں کو نہ دیں گے اور عملہ رجم نہ کریں گے۔

کعب الاحبار نے کہا: جس نے فریضہ ادا کر دیا اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔  
 ابوذر نے لالچی اٹھائی اور کعب کے سینے میں ٹھونک دی۔

اسی درمیان میں حضرت عبدالرحمان بن عوف کا ترکہ لایا گیا، روپیہ کی بوری کھڑکی کی گئی تو وہ اتنی بڑی تھی کہ عثمانؓ کے اور اس شخص کے درمیان جو اسے لے کر کھڑکیا حائل ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: میں عبدالرحمان کے لیے بھلائی کی توقع رکھتا ہوں کیونکہ وہ عہد کرتے اور رہمانی کرتے تھے پھر بھی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ چھوڑ گئے ہیں۔  
 کعب نے کہا: امیر المؤمنین! آپ نے سچ فرمایا، پاک مال کما یا، پاک مال خرچ کیا اور پاک مال چھوڑ گیا، اللہ نے اسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی۔

ابوذر نے یہ سنتے ہی اپنی لالچی اٹھائی اور کعب کا سر چھوڑ دیا اور کہا:  
 ”یہودی بچے! وہ شخص جو اس قدر مال چھوڑ گیا تو اس کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ نے اُسے دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کی، اور اللہ کے بارے میں ایسا ہی یقین بھی رکھتا ہے، سن ایک دن رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گزر رہے تھے، میں آپ کے ساتھ تھا، فرمایا: ”اے ابوذر! میں نے کہا: ”بیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اہل ثروت مفلس ہوں گے“ پھر فرمایا:

”ابو ذر! میں نے کہا ”ہاں“ یا رسول اللہ! میری جان اور میرا مال آپ پر قربان ہے۔  
 فرمایا ”اگر میرے پاس اُحد کی برابر سونا ہوتا اور میں اُسے راہِ خدا میں خرچ کر دیتا  
 تو مرنے دم بجے دو تولہ بھی چھوڑنا گوارا نہ ہوتا“ پھر فرمایا ”ابو ذر! تو زیادہ  
 چاہتا ہے اور میں کم چاہتا ہوں“ تو رسول اللہ تو ایسا فرماتے ہیں اور اے یہود  
 کے بچے تو کہتا ہے کہ عبد الرحمن جو کچھ چھوڑ گیا اس میں کوئی مضائقہ  
 نہیں“

حضرت عثمانؓ نے کعب سے کہا کہ میری خاطر سر کے زخم کو معاف کر دو۔  
 پھر ابو ذر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:  
 ”تو مجھے بہت نسانے لگا ہے، جا چلا جا“  
 ”کہاں؟ مکہ چلا جاؤں؟“  
 ”نہیں، ہرگز نہیں“  
 ”کیا تو مجھے میرے پروردگار کے گھر سے روکتا ہے کہ میں مرتے دم  
 تک وہیں عبادت کرتا رہوں؟“  
 ”ہاں، قسم بخدا“  
 ”تو کیا، شام کی طرف چلا جاؤں؟“  
 ”نہیں، بخدا ہرگز نہیں“  
 ”بصرہ؟“

”نہیں، والد! ہرگز نہیں، ان شہروں سے علاوہ کہیں اور چلا

جا“

”نہیں، خدا کی قسم، میں اپنے بیٹے ان شہروں کے علاوہ کسی اور شہر  
کو پسند نہیں کر سکتا، ہاں تو جہاں چاہے بھیج دے۔ بشرطیکہ بس وہیں  
رہوں۔“

”میں تجھے ربذہ بچوانے دیتا ہوں۔“

## زندہ میں

حضرت عثمانؓ نے مروان کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ ابوذر کو زندہ کی طرف لے جاؤ، لوگوں سے منع کر دیا کہ کوئی بھی اس کے ساتھ نہ جائے نہ شخصیت کو لے، ابوذر ایک اونٹنی پر سوار ہوئے اور مروان دوسری پر، دونوں مدینہ کی راہیں کاٹتے ہوئے روانہ ہو گئے، لوگوں نے امیر المؤمنین کے حکم کی تعمیل کی، سب ابوذر کو چھوڑ دیا، ابوذر چاروں طرف نظریں دوڑاتے تھے اور الوداع کہہ رہے تھے، جب کسی مقام سے گزرتے تو عہد رسالت میں جو واقعات وہاں رونما ہوئے تھے انہیں یاد کرتے، مختلف یادوں نے ان کے دل کو ملول کر دیا اور انہوں نے سر جھکا لیا مگر جب رسول اللہ کی وہ آواز آپ کے کانوں میں گونجی کہ ”اے ابوذر میرے بعد پھر یہ مصیبتیں پڑیں گی“ ”کیا راہِ خدا میں؟“ ”ہاں“ ”مڑ جیاء رضا بقضا“ تو وہ مٹھکے ہو گئے۔

ابوذر نے اپنا سر اٹھایا دونوں چلے جا رہے تھے حتیٰ کہ افق سے دور ہو گئے۔

حضرت علیؓ، ان کے دونوں فرزند حسن و حسین، ان کے بھائی عقیل، عبد اللہ

بن جعفر اور عمار بن یاسر گھراٹے تو معلوم ہوا عثمان نے ابو ذر کو وہیں نکالا دے دیا ہے  
لہذا وہ سب فوراً تیزی سے روانہ ہوئے اور مدینہ سے باہر جا ملے، علیؑ ان سے  
باتیں کرنے لگے، مروان نے روکنا چاہا اور کہا:

”اے علیؑ! اب امیر المؤمنین نے منع کر دیا ہے کہ کوئی شخص ابو ذر کے  
ساتھ نہ جائے نہ رخصت کرے، اگر آپ کو اس حکم کی اطلاع نہیں ہے تو میں  
آپ کو مطلع کیے دیتا ہوں۔“

حضرت علیؑ نے کوئی توجہ نہ دی اور ابو ذر کی طرف بڑھے، مروان نے چاہا  
کہ دونوں کے درمیان حائل ہو جائے تو علیؑ نے اس کی اونٹنی کے دونوں کانوں  
کے درمیان ایک کوڑا رسید کیا اور فرمایا ”دور ہو جا، خدا تجھے جہنم رسید کرے۔“  
مروان نے اونٹنی کی مہار پھیری اور ابو ذر کو کھچوڑ کر چلا گیا۔ حضرت عثمانؓ کے  
پاس پہنچا اور شکایت کی۔

علیؑ اور ان کے ساتھی ابو ذر کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ انھیں رباہ تک پہنچا  
آئے، اپنے کجاووں سے اترے اور باتیں کرنے لگے، جب رخصت ہونے لگے  
تو ابو ذر نے علیؑ کو سینے سے لگا لیا، آنسو بہانے لگے اور فرمایا:

”اے اہل بیت! اللہ تم لوگوں پر رحم کرے، اے ابوالحسن! جب میں آپ  
کو اور آپ کے دونوں فرزندوں کو دیکھتا ہوں تو رسول اللہؐ یاد آتے ہیں۔“  
مروان نے عثمانؓ سے شکایت کی اور حضرت علیؑ کی اس حرکت سے مطلع  
کیا، حضرت عثمانؓ اٹھے اور فرمایا ”اے مسلمانوں! علیؑ کے بارے میں مجھے منع نہ  
سمجھو، دیکھو اس نے میرے قاصد کو اس کی ڈیوٹی بجالانے نہیں دی، قسم بخدا،

میں اس کا حق دلا کر چھوڑوں گا۔“

علی ابو ذر کو رنڈہ میں چھوڑ کر لوٹے تو لوگ سب اٹھنے لگے اور کہا: ”امیر المؤمنین آپ کے ناراض ہیں کہ ابو ذر کو رخصت کرنے کیوں گئے؟“

علی نے کہا:

”گھوڑا اپنے لگام پر غصہ کرتا ہے۔“

شام ہو گئی تو علی عثمان کے پاس گئے، عثمان نے کہا:

”آپ نے مروان کے ساتھ کیوں ایسا برتاؤ کیا؟ آپ مجھ پر جرات کی اور میرے قاصد اور میرے حکم کے خلاف کیا؟“

”رہا مروان، تو بات یہ ہے کہ اس نے مجھے واپس کرنا چاہا لہذا میں نے

اسے کوٹا دیا اور رہا آپ کا حکم تو میں نے اس کی تردید نہیں کی۔۔۔۔۔“

”کیا آپ کو پتا نہیں کہ میں نے ابو ذر سے ملنے اور رخصت کرنے کے بارے

میں حکم اتنا ہی جاری کیا ہے؟“

”کیا ہر وہ چیز جس کا آپ حکم دیں اور وہ خلاف حکم الہی ہو اور حق کے خلاف

ہو تو ہم اس کا اتباع کریں، قسم بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔“

”مروان کو انتقام دو۔“

”کیا انتقام دوں؟“

”آپ نے اس کی اونٹنی کے کانوں کے درمیان کوڑا مارا تھا۔“

”یہ میری اونٹنی حاضر ہے، اگر وہ انتقام چاہتا ہے تو لے لے، رہا میں، تو اگر

مجھے گالی دی تو میں آپ کو ویسی ہی گالی دوں گا جو نہ جھوٹ ہوگی نہ باطل۔“

”کیوں وہ آپ کو گالی کیوں نہ دے، جب آپ نے اسے گالی دی، قسم بخدا  
آپ میرے نزدیک اس سے افضل نہیں ہیں۔“

یہ سن کر حضرت علیؑ کو غصہ آگیا، بولے:

”مجھ سے آپ پر بات کہتے ہیں اور مروان کے برابر مجھے ٹھیراتے ہیں؟ میں  
بخدا تجھ سے افضل ہوں، میرا باپ تیرے باپ سے افضل ہے اور میری ماں تیری ماں  
سے افضل ہے۔“

عثمانؓ کا چہرہ غصہ سے نمٹتا اٹھا اور گھر میں چلے گئے۔ علیؑ واپس چلے آئے تو  
اہل بیت آپ کے گرد جمع ہو گئے اور کچھ ہاجرہ و انصار بٹھی، تاکہ آپ کے غصہ کو  
فرود کریں۔

اگلے دن کی صبح میں، لوگ عثمانؓ غنی کے پاس آئے تو آپ نے علیؑ کی شکایت  
کی اور فرمایا:

”وہ مجھے عیب لگاتا ہے اور جو مجھے عیب لگاتا ہے اس کی مدد کرتا ہے۔“  
لوگوں نے دونوں کے درمیان بیچ بچاؤ کر دیا اور ابوذرؓ کی جلا وطنی سے پیشتر  
جسے تعلقات تھے ویسے ہی قائم ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے عثمانؓ کو کہا ”قسم بخدا میں  
نے تو ابوذرؓ کو صرف ابوہریرہؓ کی شخصیت کیا تھا۔“

امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا کہ عثمانؓ نے ابوذرؓ کو جلا وطن کر دیا ہے تو وہ ان کی بیوی  
کو زندہ پہنچا آئے، جب ان کی بیوی گھر سے نکلی تو ایک تھیلہ ساتھ تھا، معاویہؓ نے  
لوگوں سے کہا ”دیکھو زہد کی تبلیغ کرنے والے کا سامان۔“ تو ان کی بیوی بولی ”اس

میں صرف چند پیسے ہیں، دو روپے دو تینار کچھ نہیں، وہ طہی خراج کے بقدر ہیں۔“  
 بیوی ربنہ پچی تو دیکھا کہ ابو ذر نے ایک مسجد بنالی ہے اور عثمان نے اونٹوں  
 کا ایک ریوڑ اور دو غلام دیے ہیں اور خطیفہ جاری کر دی ہے۔ ایک دن نعیم الرباجی  
 ربنہ آئے، ابو ذر کی بیوی سے پوچھنے لگے ”ابو ذر کہاں سے ہے؟ اس نے کہا:  
 ”وہاں زمینوں میں گئے ہیں۔“

نعیم نے انتظار کیا، ابو ذر و اونٹ ہنکاتے آرہے تھے، ایک ایک کے  
 پیچھے بندھا کھتا، ہر ایک کی گردن میں ایک مشک بندھی تھی، نعیم نے دونوں مشکیں تاریں  
 اور آپ کے پاس آ بیٹھے اور کہا:

”ابو ذرا دنیا میں سب سے زیادہ جھگڑتی ملاقات ہے، بیڑ تھی اور سب سے زیادہ  
 تیری ہی ملاقات سے نفرت تھی۔“

”واللہ! مگر یہ کیسے؟“

”بات یہ ہے کہ میں زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتا تھا اور  
 آپ سے مل کر یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا میرے لیے تو بہ ہے اور اس عذاب سے بچنے کی  
 کوئی راہ ہے مگر اس بات سے طہی ڈرتا تھا کہ کہیں تو یہ نہ کہہ دے کہ تیرے لیے  
 تو بہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔“

”کیا جاہلی دور میں؟“

”ہاں۔“

”اللہ! بھلے گناہ معاف کرتا ہے۔“

حج کا موسم آ گیا، ربنہ سے لوگ گذرتے تو ابو ذر کی مسجد میں نماز پڑھتے، کچھ حاجی



آئے تو آپ کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے پایا، انتظار کرنے لگے تھی کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

”اَو، ناصح مشفق بھائی کی طرف“

پھر رونے لگے اور خوب رونے اور فرمایا:

”مجھے طولِ امل نے برباد کر دیا“

پھر بیٹھ گئے اور لوگ بھی بیٹھ گئے، بعض لوگوں نے چاہا کہ انہیں خوش کرنے

کے لیے عثمان کی خدمت کریں تو آپ نے انہیں روک دیا اور وہاں سے چل دیے آپ ایک عہدہ پہنچے ہوئے تھے اور غلام بھی ویسا ہی عہدہ پہنچے ہوئے تھا، معروہ بن سوہیل نے اس بارے میں دریافت کیا تو فرمایا:

”رسول اللہ نے فرمایا ہے ”تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے، لہذا جس کا بھائی اس کے ہاتھ کے نیچے ہو اسے چاہیے کہ اپنا سا کھانا کپڑا دے اور کسی ایسے کام کی تکلیف نہ دے جسے وہ پروا نہ کر سکے اگر دے تو اس کی مدد کرے“

ابوزر وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر پہنچے، ایک شخص جس نے آپ کی بیوی کو دیکھا تھا کہ کالی کلوٹی بڑھیا ہو گئی تھی، آپ سے کہنے لگا ”ابوزر! آپ کے کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا“

”اس خدا کا شکر ہے جو انہیں دار فنا سے دار بقا کی طرف لے جاتا ہے“

”ابوزر! کوئی اور شادی کیوں نہ کر لو“

”ایسی عورت جو مجھے گرا دے اس عورت سے بہتر نہیں ہو سکتی جو مجھے

بڑھا دے۔

”کاش آپ کوئی نرم لہجہ بچھاتے۔“

”اے اللہ! معاف کر، جو میرے آئے وہ لے لے اور اسی پر اکتفا کر۔“

عاجی لوگ روانہ ہو گئے، ابو ذر، ان کی بیوی اور ان کے دونوں غلام زندہ میں

رہ گئے، ابو ذر عبادت میں مصروف رہے۔ زمانہ گزرتا گیا۔ ایک دفعہ ابو ذر نے

عثمانؓ سے حج کی اجازت طلب کی، انھوں نے اجازت دے دی، آپ روانہ ہوئے

اور کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے:

”اے لوگو! میں جذبِ غفاری ہوں، اور ناصحِ مشفق بھائی کی طرف۔“

لوگوں نے انھیں گھیر لیا تو مشرمایا:

”کیا خیال ہے؟ اگر کوئی سفر کا ارادہ کرے، کیا وہ اپنے لیے توشہ نہیں

لے گا؟“

لوگوں نے کہا:

”کیوں نہیں؟“

فرمایا: ”تو روزِ قیامت کا سفر بہت لمبا ہے لہذا بقدرِ ضرورت توشہ لو۔“

لوگوں نے کہا: ”وہ کیا؟“

فرمایا: ”روزِ قیامت کی نصیبیتوں کے لیے حج کر دو، یومِ حشر کے لیے سخت گرمی

کے دن روزہ رکھو اور دو رکعتیں رات کی تاریکی میں وحشتِ قبر کے لیے پڑھو۔ کوئی

کلمہ خیر کہو یا کسی کلمہ شر سے باز رہو تاکہ روزِ قیامت کام دے، اپنے مال کو صدقہ

کو دے تاکہ عذاب سے بچے رہو۔ ونیوی زندگی کی دو تہیں کر دو، ایک رزقِ حلال کے

اور دوسری طلبِ آخرت کے لیے، تیسری چیز تمہیں نقصان دے گی، نفع نہیں پہنچا  
سکتی لہذا اس سے بچو۔ مال کی دو قسمیں کرو، ایک حلال و ریم بچوں کے خرچ کے  
لیے اور ایک و ریم آخرت کے لیے، تیسرا و ریم تیرے لیے نقصان رساں ہے، نفع  
نہیں دے سکتا لہذا اس کا ارادہ نہ کرنا۔

ابو ذر ج کرم کے منی گئے، ایک جگہ بیٹھے تھے کہ بہت سے لوگ آئے اور کہا،  
عثمانؓ نے سفر میں چار رکعت پڑھی ہیں، ابو ذر غضب ناک ہو گئے اور بہت سخت  
کلمات کہے پھر کہا،

”میں نے رسول اللہ کے ساتھ سفر میں نماز پڑھی تو اٹھوں نے دو رکعت پڑھی  
اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے ساتھ بھی پڑھی، تو عثمانؓ نے چار کیسے کر دیں؟  
پھر آپ کھڑے ہوئے اور چار رکعت پڑھیں تو حاضرین تعجب سے دیکھنے  
لگے۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے کہا،

”ابھی تو امیر المؤمنین کو آپ نے عیب لگایا تھا اور ابھی خود بھی چار ہی پڑھیں۔“  
”اختلاف ڈالنا بہت بڑی بات ہے، ایک دن رسول اللہؐ نے خطبہ دیا تو

فرمایا:

”میرے بعد ایک پادشاہ ہو گا، اُسے ذلیل نہ کرنا جو اُسے ذلیل کرنا چاہے گا  
وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی جیسی کہ وہ اس کمی کو پورا  
کر دے اور آئینہ الیسا نہ کرے۔“

## دارالبقا کی طرف

ابو ذرؓ بڑھ چلے آئے، تھکان چلے گئے، راستے دوران ہو گئے تو ابو ذرؓ عبادت میں لگ گئے، ایک دن بڑی کمزوری اور ضعف محسوس ہوا، سمجھ گئے کہ موت آگے بڑھ رہی ہے لہذا بیوی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

”فراق کا وقت قریب آگیا“

”آج آپ کو کیا ہوا؟“

”سچا ہم بہت جلد دارفانی سے دارالبقا کی طرف جانے والے ہیں۔“  
 دن گذر گئے، ابو ذرؓ بیمار پڑ گئے اور مرض بڑھتا گیا، ایک دن آنکھیں بند کر لیں اور غافل ہو گئے، جب ہوش آیا تو آنکھیں کھولیں، دیکھا بیوی رو رہی ہیں اور آنسو رخساروں پر بہ رہے ہیں، دریافت کیا:

”کیوں روتی ہو؟“

”کیوں نہ روؤں آپ ایک ایسے جنگل میں دم توڑ رہے ہیں جہاں کوئی جنازہ اٹھانے والا بھی نہیں، نہ کفن کے لیے کپڑا ہے۔“

”مت رو، خوش ہو جا کیونکہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا تھا کہ آپؐ فرمایا:

”جب کسی مسلمان کے دو بچے مرتے ہیں یا تین اور وہ صبر کرتے ہیں تو آگ  
 ہمیشہ کے لیے بجھ جاتی ہے، کیا ہماری اولاد نہیں مری اور کیا ہم نے صبر نہیں کیا؟  
 ابو ذر خاموش ہو گئے اور انھوں نے رونا شروع کر دیا اور کہا:

”میں نے رسول اللہ سے سُننا سے آپ نے ایک جماعت سے فرمایا جن  
 میں میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک شخص جنگل میں مرے گا اور اس کے جنازے میں  
 مسلمانوں کی ایک جماعت شریک ہوگی۔“

اُن میں سے ہر شخص مر چکا ہے اور ہر ایک کسی گاؤں یا شہر میں مرا لہذا میں ہی  
 وہ شخص ہوں جو جنگل میں مر رہا ہوں، قسم بخدا، میں نے نہ کبھی جھوٹ بولا نہ کبھی میں  
 جھٹلایا گیا، تو راستے کی طرف دیکھو۔

”کیا ہو گا حاجی لوگ تو جا چکے اور راستہ بند ہو گیا۔“  
 ”دیکھ تو سہی۔“

وہ نکلیں اور آپ کو چھوڑ کر ٹیلے کی طرف چلی گئیں تاکہ آپ ناراض نہ ہوں  
 نگہ پھر عیادت کے لیے آگئیں، آپ حکم دیتے کہ جاؤ دیکھو آپ جانتیں اور پھر لوٹ  
 آئیں، ایک دفعہ انھیں کچھ سوار کچا وے پر آنے دکھائی دیے جیسے سنگ مرمر  
 کے بت ہوں، انھوں نے اشارہ کیا تو وہ لوگ تیزی سے دوڑے اور اپنے  
 اونٹوں پر کودے برسانے لگے، جو قریب آئے تو پوچھا:

”خدا کی ہندی کیا بات ہے؟“

”ایک مسلمان مر رہا ہے اُسے کفن دے دو۔“

”کون؟“

” ابو ذرؓ؟“

” صحابیؓ؟“

” ہاں۔“

” اے ابو ذرؓ! ہمارے ماں باپ آپ پر تشریحاً!

وہ لوگ تیزی سے آئے تھے کہ دروازے میں داخل ہوئے سلام کیا، تو ابو ذرؓ

نے نہایت لپٹ آواز سے کہا:

” اگے میرے پاس کفن کے لیے کپڑا ہوتا یا میری بیوی کے پاس ہوتا تو میں

اسی کپڑے سے کفن دیا جاتا۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں تم میں سے مجھے کوئی

ایسا شخص کفن نہ دے جو سردار، چوہدری، قاضی، یا نقیب رہا ہو۔“

وہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، ان میں سے سب اسی قسم کے لوگ تھے صرف

ایک انصاری نوجوان ایسا نہ تھا وہ بولا:

” میں آپ کو کفن دوں گا، اس چادر میں، اور وہ کپڑے اور میری گھڑی میں ہیں جو

میری ماں نے بنے تھے۔“

” اچھا تو کفن دے گا۔“

ابو ذرؓ کا سانس اکھڑ گیا اور دم دے دیا، لوگوں نے کفن دیا، حضرت ابن مسعودؓ کو

سے کوٹ سے تھے انہیں آپؐ کے مرنے کا علم ہوا، ادھر آئے نماز پڑھی، رونے لگے اور بولے:

” رسول اللہؐ نے سچ فرمایا تھا، اے ابو ذرؓ! تو تنہا چلے گا، تمہارے گا اور روزِ حشر

میں تنہا ہی اٹھایا جائے گا۔“

## اسلام میں اشتراکیت

دو درجہ جغرافیہ کے اقتصادی نظام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا اشتراکیت کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ اب لوگ یہ نہیں دیکھ سکتے کہ دولت چننا بیروں کے ہاتھوں میں سمٹ جائے جبکہ لاکھوں آدمی بھوکوں مر رہے ہوں۔

### جدید اقتصادی مذاہب :

قبل اس کے کہ ہم اشتراکیت یا اسلامی اشتراکیت سے بحث کریں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم موجودہ یورپین اقتصادی مذاہب کی تشریح کریں۔  
 کہ سو لھویں صدی میں نئی حکومتیں وجود میں آئی ہیں تاکہ ہمیں ان مذاہب میں اختیار کرنا آسان ہو جائے اور ہم یہ دیکھ سکیں کہ سیاسی مذاہب پر کیا کیا انقلابات آئے اور کن اسباب نے ان پر اثر ڈالا حتیٰ کہ وہ ایک ایسی اشتراکیت تک پہنچ گئے جو بہت ہی کھٹیلے ہے جبکہ اسلامی اشتراکیت بہت بلند ہے اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔  
 (۱) تاجرانہ مذاہب :

سو لھویں صدی عیسوی میں بڑی بڑی حکومتیں بنیں، ہسپانیہ نے امریکہ کا پتہ لگایا

تو ہسپانیہ میں سونے چاندی کی بہتات ہو گئی اور وہ معراج کمال کو پہنچ گیا، دوسری حکومتوں کو یہ حال دیکھ کر یقین ہو گیا کہ دولت کا منبع یہی دو دھاتیں ہیں لہذا یہ حکومت اس کے حاصل کرنے پر متفق ہو گئی اور یہ حکومت نے احکامات جاری کر دیے کہ سونا چاندی باہر جانے نہ پائے تاکہ ان کی مقدار ملک میں کم نہ ہو جائے اور یہ حکومت ان کے اخصانے کی فکر میں لگ گئی اور اس طرح زیر اپنی حکومت کو ڈھانٹنے لگی کہ ایکسپورٹ زیادہ ہو اور انپورٹ کم ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ سونا کھینچ سکے، اسی نظام کے مضبوط کرنے کے لیے حکومتوں نے آنے والے مال پر بہت زیادہ ڈیوٹی لگا دی، صنعت و حرفت کا اہتمام کیا اور اس کی ترقی کی کوشش کی، تاکہ اپنی ضروریات کو خود ہی پورا کر سکے اور اپنی مصنوعات کو دوسرے ممالک میں بھج سکے۔

یہ حکومتی نظام تاجرانہ ذہنیت پر مبنی ہے کہ حکومت اپنی مصنوعات کی اشاعت چاہتی ہے اور خارجی تجارت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہتی ہے، اسی لیے صنعت کو اس نظام میں سب سے پہلا مقام حاصل ہے، یہ اقتصادوی مسک جس کا مطمح نظر قوم میں سونے کی افراط ہے، تجارتی مسک کہنا ہے، یہ مسک اس دور میں دنیا پر چھایا ہوا ہے اور تمام یورپ اس کی لپیٹ میں ہے گو اس میں بہت سی خرابیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ فرد کی آزادی سلب ہو جاتی ہے اور غلہ باہر بھجے نہیں دیا جاتا جس کی وجہ سے رعیت کو سخت نقصان پہنچا، اور طبی دیگر موانع تجارت کی راہ میں آگئے۔



## (۲) آزادانہ مذہب :

تمام یورپ پر تجارتی مذہب چھایا ہوا تھا کہ وہ الیٹرز و سوداوروں کے لوگوں پر ہوئے جو حریت کی دعوت دیتے تھے اور اس کی عظمت کی تبلیغ کرتے تھے ان لوگوں کی تبلیغ سے اقتصادی لوگ متاثر ہوئے اور اننگلینڈ میں آدم سمیٹر (بابائے اقتصادِ سیاسی) کھڑا ہوا اور فرانس میں بھی ایک جماعت کھڑی ہوئی جو تجارتی مذہب کے خلاف تھی، ان لوگوں نے تجارت کی آزادی کی تلقین کی اور جنگی وغیرہ کے موانع کو دور کرنا چاہا، ان کا نعرہ یہ تھا "ہر فرد کو آزادانہ چھوڑ دو وہ خود کوئی اچھا کام کرے گا" کیونکہ ایسی صورت میں فرواہمی مصلحت کے مطابق بہتر کام کرے گا لہذا حکومت کو بھی فائدہ پہنچے گا اور مجتمع کو بھی۔

حکومتوں نے ان امرار پر کان دھرا، فرد کو آزادی دے دی اور جنگی وغیرہ کے موانع دور کر دیے، یہ آزاد مذہب کہلاتا ہے۔

اس مذہب کا یہ اثر ہوا کہ ایک گروہ تو بہت بڑے دولت والوں کا پیدا ہو گیا اور ایک گروہ فقیروں کا، ادھر صنعتی انقلاب اور مشینوں کی ایجاد نے اس میں اور اضافہ کر دیا جس کی بنا پر اس الماں رکھنے والوں پر خوب روپیہ برسایا، ان کی دولت میں اور اضافہ ہو گیا اور مزدور کی مزدوری اور زیادہ گھٹ گئی کیونکہ ان کی بجائے مشینیں کام کرنے لگیں۔ لہذا فقیروں کے فقر میں اور اضافہ ہو گیا۔

## (۳) اشتراکیت :

بعض لوگوں نے مزدوروں کے طبقے کی طرف دیکھا تو انھیں ان کے زوال سے

بہت زیادہ کوفت ہوئی، اٹھوں نے دیکھا کہ ہیر لوگ غریبوں کی بدولت امیر ہوتے  
 جاتے ہیں اور دنیا پر ایک بدبختی چھاتی جاتی ہے یہ سب کچھ اس لیے ہوا تھا کہ آزاد  
 مذہب کو رائج کر دیا گیا تھا، اس المال رکھنے والوں اور مزدوروں کے درمیان  
 یہی امر اس قدر غاصب کا سبب بنا، اسی مذہب کی بنا پر بعض افراد نے آزادی سے  
 ناجائز فائدہ اٹھایا اور مال کے انبار لگانے پر تل گئے، انہیں ان مزدوروں کا کچھ  
 بھی خیال نہ تھا جو ان کی دولت کی کان تھے بلکہ وہ مزدوروں پر ظلم کرنے لگے اور کم  
 سے کم مزدوری دینے لگے، مزدور ضرورت کے مارے قبول کرنے پر مجبور تھے تاکہ  
 اپنے اور اپنے بچوں سے بھوک کو دور کر سکیں۔ مزدوروں کے حامیوں نے کہا "یہ آزاد  
 مذہب کا خمیازہ ہے کہ اجتماعی توازن چٹا رہا اور یہ دولت جس سے امیر طبقہ کھیل رہا  
 ہے صرف انہی کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں مزدوروں کی کوشش بھی  
 شامل ہے، لہذا جو کچھ منافع حاصل ہوتا ہے وہ اس المال اور مزدور کی کوشش کا  
 نتیجہ ہے لہذا سارا نفع اس المال والے کو نہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی دولت بڑھاتا  
 ہی رہے، عدل و انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ اس المال، مزدوروں اور اہل ثروت  
 کے درمیان مشترک ہو۔ اس نئے مذہب کو اشتراکیت کہتے ہیں۔

اشتراکیت کا پیغمبر کارل مارکس تھا، اس نے اپنی بہت سی راہیں افسوس کی  
 کے ماہرین اقتصادیات سے لی ہیں مگر وہ ایک اجتماعی فلسفہ بھی رکھتا ہے، اس نے  
 اپنے اقتصادی مذہب کی بنیاد سیاسی بنیادوں پر رکھی۔ یہ مذہب تمام اجتماعی  
 انقلابات کا منہ، طبقاتی جہاد کی طرف موڑ دیتا ہے کہ وہ اپنے حالات کی درست  
 کے لیے کوشش کریں چنانچہ پچھلے زمانوں میں آزاد اور غلاموں کی جنگ ہوئی تھی کہ

غلاموں نے آزادی حاصل کر کے چھوڑی، پھر امر اور عوام کی جنگ شروع ہوئی اور فرانسسی بغاوت عوام کے کاندھوں پر کھڑی ہوئی تھی کہ اونچا طبقہ ختم ہو گیا اور متوسط طبقہ پیدا ہو گیا جو اچھا خاصا صاحبِ ثروت تھا یہ طبقہ مزدوروں سے کام لے کر اپنی دولت کو بڑھاتا رہا تو ان کے مزدوروں کے درمیان جنگ کھڑی ہو گئی اور یہ جنگ اب تک باقی ہے۔

کارل مارکس طبقاتی جنگ سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ جنگ اسی طرح باقی رہے گی جب تک کہ حکومتی نظام اور پیداواری نظام میں اتحاد نہ ہو جائے یعنی ملکیت اشتراکیت سے تبدیل جاوے کیونکہ پیداوار مزدور اور رأس المال کے اتحاد کا نام ہے۔

اشتراکی مذہب کا مطالعہ کرنے والا خود اشتراکیت میں بہت کچھ اختلافات دیکھتا ہے، کیونکہ ایک جمہوری اشتراکیت ہے، ایک وطنی اشتراکیت ہے یعنی نازی ازم اور ایک کمیونزم ہے اور ایک مارکسیت یعنی رأس المال کی اشتراکیت مگر ان سب اختلافات کے باوجود یہ سب تین مواد میں متحد ہیں:

۱۔ موجودہ نظام کی بربادی اور جدید نظام کی تعمیر جو ثروت کو تمام افراد میں عادلانہ طور پر تقسیم کر دے۔

۲۔ خصوصی ملکیت کا بطلان، جیسے رأس المال، زمین اور کارخانے وغیرہ۔ علاوہ بریں حکومت ان تمام ملکیتوں پر قبضہ کرے اور ایک ملکیت عامہ قرار دے جس کی ادارت مصلحت عامہ کی ہے۔

۳۔ فرد، حکومت کے لیے مساویانہ اجرتوں پر کام کرے اور مزدوری کی قیمت

کے مطابق ہجرت دی جائے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فرو کو ہجرت کے سوا کوئی  
 دخل نہ ہوگا۔

### ۴۴۔ فاشیٹیت :

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر گفتگو کرنے سے پہلے فاشیٹیت کے  
 متعلق کچھ روشنی ڈالی جائے تاکہ فاشیٹیت اور اشتراکیت میں امتیاز ہو سکے،  
 اور تمام اہم اقتصادی مذاہب پر عبور ہو سکے۔  
 فاشیٹیت تمام اشتراکی مذاہب میں سب سے قدیم ہے اور ان سے دو باتوں  
 میں ممتاز ہے :

۱۔ وہ ہر حالت میں ملکیت خاصہ کو ناجائز قرار دیتی ہے، وہ پیداوار اور صرف میں  
 امتیاز نہیں کرتی، جس طرح کہ اشتراکیت کرتی ہے بلکہ ملکیت خاصہ کو بالکل لغو  
 قرار دیتی ہے۔

۲۔ اس کا تقسیم کے سلسلہ میں ایک مخصوص قاعدہ ہے اور وہ یہ کہ "ہر شخص کو اس کی  
 حاجت کے مطابق دیا جائے" اور ہر شخص سے اس کی طاقت کے مطابق لیا  
 جائے، یعنی ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق کام کرے اور حکومت اس کی ضروریات  
 کا انتظام کرے۔

یہ ہے خلاصہ ان تمام اقتصادی مذاہب کا جو بڑی بڑی حکومتوں کے قیام کے  
 بعد سے آج تک بروئے کار آئے۔ ان نظریات و مذاہب پر غور کرنے والے

دیکھیں گے کہ جانب داری ان کا خالصہ رہی ہے لہذا عدل کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا چنانچہ تجارتی مذہب سر پابلاکت ہے اور مختلف قسم کی اشتراکیت اپنے مطالبات میں حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے، پھر یہ کہ ہر مذہب والے خیال یہ کرتے ہیں کہ ان کا مذہب سب سے اچھا ہے اور سعادت و خوشحالی کا ذمہ دار ہے، مگر یہ سب مذہب کوئی اچھا نتیجہ نہ برآ کر سکے اور عالم کو برائی کے سوا کچھ نہ دے سکے۔

### اشتراکیت اسلامی رکن ہے:

اگر ان تمام مذہب کے علمبردار ہمارے ساتھ ابتدائے اسلام کی طرف رجوع کریں گے تو دیکھیں گے کہ عداوتِ اسلام میں ایک عادلانہ اشتراکیت تھی، جو حسرتیت و اشتراکیت کی جامع تھی، جو امیر کو موقعتہ نہیں دیتی کہ وہ فقیر کو نگل لے، نہ جاہل کو عالم کے برابر قرار دیتی ہے، نہ کام کرنے والوں کو کمزوروں کے برابر ٹھیراتی ہے بلکہ وہ ایک محبوب اشتراکیت تھی جو سعادت و خوشحالی کی ذمہ دار تھی۔

یورپین اشتراکیت کا ظہور کوئی پچاس سال سے ہوا ہے، اور بعض ماہرینِ اقتصادیات کا یہ خیال ہے کہ اشتراکیت کا ظہور بشریت کے ارتقا کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے ظہور سے دنیا نے یہ سیکھ لیا کہ کس طرح ہر طبقے کو مجتمع کی سعادت کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ یورپین ماہرینِ اقتصادیات یہ سمجھتے ہیں کہ اشتراکیت کا ظہور، یورپین تفکیر کا مرہونِ منت ہے، اس پر ہمیں کوئی تعجب نہیں کہنا چاہیے کیونکہ وہ ہمیشہ یہی دعوے کرتے ہیں کہ ہر ترقی یورپ کی مرہونِ منت ہے، کیا وہ یہ دعوے نہیں کرتے کہ فرامیسی بغاوت سے حریت، اخوت اور مساوات پیدا

ہوئے؟ کیا وہ اس فریسی بغاوت پر فخر نہیں کرتے جس نے ہزاروں لوگوں کے سر اڑا دیے اور خون کی ندیاں بہا دیں؟ وہ یہ نہیں جانتے کہ حریت، اخوت اور مساوات کی بنیاد اسلام نے ڈالی ہے۔ وہ یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ اسلام ہی نے ان کی بنیاد ڈالی اور پروان چڑھایا حتیٰ کہ تمام پران کا دور دورہ ہو گیا۔ اگر وہ لوگ اس امر سے نا آشنا ہیں تو ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ صدر اسلام میں فریسی بغاوت سے ہزار سال پیشتر کیا ہوا تھا۔

عمر بن العاص نے مصر میں گھوڑوں کی ریس کرائی، ایک گھوڑا آگے نکل گیا،

محمد بن عمر بن العاص کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

”سچا میرا گھوڑا آگے ہے۔“

جب وہ گھوڑا قریب آیا تو ایک مصری بولا:

”یہ تو سچا میرا گھوڑا ہے۔“

یہ سن کر محمد بن عمر بن العاص کھڑا ہوا اور مصری کے ایک کوڑا رسید کیا

اور کہا:

”جانتو یہی لے جاؤ اور اہل حاکم میں اثراوت کا بیٹا ہوں۔“

یہ بات عمر بن العاص کو پہنچی، وہ ڈرے کہہ میں مصری اس بات کی شکایت

عمر بن الخطاب سے کر کے لہذا انہوں نے اسے قید کر دیا مگر وہ شخص قید خانے

سے بھاگ نکلا اور عمر بن الخطاب کی خدمت میں جا پہنچا، عمر نے عمر کو بلا یا کہ فوراً

اپنے بیٹے کے ساتھ آؤ، جب وہ دونوں امیر المؤمنین کے سامنے کھڑے ہوئے

تو عمر نے اپنا کوڑا مصری کو دیا اور اس سے کہا:

”اشتراف کے بیٹے کو اس سے مار“

اس شخص نے کوڑا لیا اور مارا، پھر عمر نے کہا ”اب عمرو بن العاص کو مار کیونکہ اس نے اسی کی پادشاہت کی بدولت تجھے مارا تھا“

مصری بولا ”امیر المؤمنین جس نے مجھے مارا تھا میں نے اُسے پیٹ لیا“  
حضرت عمر نے کہا ”بخدا اگر تو اسے مارے گا تو ہم حامل نہیں ہوں گے الا یہ کہ تو خود ہی گوارا نہ کرے“ دیکھ بات فرانسسی بغاوت سے ہزار ہا سال پیشتر ہوئی ہے، پھر عمرو بن العاص سے کہا:

”تم لوگوں نے انسانوں کو کب سے غلام بنا لیا ہے حالانکہ یہ تو اپنی ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے“

انحوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”مسلمان بھائی بھائی ہیں“  
رسول اللہ نے مہاجرین و انصار میں بھی بھائی چارہ کر لیا تھا نیز اپنے فرمایا ہے،  
”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے اس بات کو پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے“  
رسول اللہ نے اپنے الوداعی خطبہ میں فرمایا تھا:

”لوگو! میری بات سنو اور عمل کرو، جان لو کہ ہر مسلم مسلم کا بھائی ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں لہذا کسی مسلمان کے لیے یہی حلال ہے جو اس کا بھائی بخوشی اسے دے دے۔ دیکھو ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا“

یہ مساوات کے بارے میں فرمایا ہے ”سب مسلمان برابر ہیں جیسے گلگی کے

وہ نے برابر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”تم میں سب شریف وہ ہے جو سب زیادہ پرہیزگار ہے۔“

ایک دفعہ ابو ذر اور بلال میں سخت کلاتی ہو گئی، بلال کی ماں عجمی عورت تھی، تو ابو ذر نے بلال کی ماں کے بارے میں عار دلائی، بلال نے اس امر کی شکایت رسول اللہ سے کی تو آپ نے ابو ذر سے کہا:

”ابو ذر! سر اٹھا، دیکھ اور جان لے کہ تو کسی سرخ رنگ والے یا سیاہ رنگ والے سے افضل نہیں ہے مگر یہ کہ اپنے عمل سے افضل بنے۔“

عمر، مکہ چلے جا رہے تھے، دیکھا کہ خادم کھڑے ہوئے ہیں اور آقا کھا رہے ہیں، تو آپ کو سخت غصہ آیا اور کہا ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ خادموں پر اپنے آپ کو ترجیح دیتے ہیں۔“ پھر خادموں کو بلایا اور انھیں ایک ہی طباق میں آقاؤں کے ساتھ کھانا کھلوا دیا۔

یہ حریت، اخوت اور مساوات اسلامی کی چند مثالیں ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ وہ حریت و مساوات جو فرانس جیسی بغاوت لائی ہے اس سے بڑھ کر ہے، کیا ایسی مساوات کہیں ہو سکتی ہے، مگر کیا کیا جائے اغراض، باطل کو بھی حق کا جامہ پہنا دیتی ہیں۔۔۔۔۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ اکثر اکیٹ سے صرف پچاس سال سے واقف ہے مگر یہ اسلام کا رکن تھی، اسلام نے زکوٰۃ، صدقات غریبوں کے لیے رکھے کہ مال و اسلحہ فقیروں کو اپنے مال سے دیتے رہیں اور بیت المال جمع کرتا رہے، حتیٰ کہ اونٹ، بکری، مال و ایسب رب پر زکوٰۃ ہے اور صدقہ فطر بھی غریبوں کا حق ہے۔



## اسلامی اور موجودہ اشتراکیت میں فرق :

اسلامی اشتراکیت، علیت کو باطل نہیں ٹھہراتی۔ نہ تمام لوگوں کو مساوی ہجرت پر حکومت کے لیے کام کرنے کو کہتی ہے، جیسا کہ موجودہ اشتراکیت کہتی ہے بلکہ اسلامی اشتراکیت طبقاتی فرق کو مٹاتی ہے بغیر اس کے کہ لوگوں سے ان کی املاک چھینے کیونکہ اسلام جانتا ہے کہ مطلق مساوات، فطرت کے خلاف ہے اس لیے کہ عالم و جاہل، اور چھپت و چالاک اور سست انسان کو کیسے برابر کیا جاسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”ہم نے بعض کو بعض پر درجات دیے ہیں“ کیونکہ مختلف طبقوں ہی سے کائنات کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”کیا عالم و جاہل برابر ہیں؟“ قرآن نے اس امر کی کھلی تصریح کر دی ہے کہ ”ہر انسان بقدر اپنی کوشش کے چل پاتا ہے“۔

اسلام نے ہر انسان کے لیے اس کا اس المال چھوڑ دیا ہے اور اسے نصرت کی پوری آزادی دی ہے کیونکہ اسلام جانتا ہے کہ عمل پر انسان کا اس المال ہے اور وہی ہر فرد کی سعادت کا سبب ہے، اگر ہر فرد کو یہ یقین ہو گا کہ اس کی کوشش کا ثمرہ اسی کو پہنچے گا تو وہ یقیناً زیادہ سے زیادہ کوشش کرے گا، مگر جو اب اسے یہ یقین نہ ہو کہ وہ اپنے گناہ اور فائدہ دوسرے اٹھائیں گے، وہ کوشش کرے گا اور نفع میں دوسرے شریک ہو جائیں گے تو اس کی بہت پست ہو جائے گی اور اپنی قابلیتوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا جبکہ وہ صرف بقدر ضرورت ہی اس سے فائدہ اٹھائے گا۔

اسلام چونکہ یہ سب کچھ جانتا تھا لہذا ہر باوکن اشرکیت نہیں لایا بلکہ ایک معتدل  
 اشرکیت لایا جو انسانوں میں مطلق مساوات کی قائل نہیں جس کا نتیجہ کسٹمی اور کمزوری  
 ہے اور جو ایک دوسرے کی فضیلت کو صفحہ وجود سے مٹا کر رکھ دیتی ہے، نہ اس  
 نے فرد کو مطلق حریت عطا کی ہے کہ ایک طبقے میں مالی سمٹ کر رہ جائے اور  
 فقیروں کو نہ پہنچ سکے بلکہ مالک کے لیے حق ملکیت چھوڑا ہے جس میں اس کا کوئی  
 شریک نہیں ہو سکتا علاوہ بڑی زکوٰۃ اس کے ذمہ ہے۔

اسلامی اشرکیت ہزار سال پیشتر کی ہے جو نئے مذاہب کی جامع اور آزاد  
 مذہب اور جدید اشرکیت کی جامع ہے لہذا ایک معتدل اشرکیت پیدا ہو گئی جس  
 میں نہ جانب داری ہے نہ گراں باری ہے۔

اسلام نے اسی پر بس نہیں کی کہ امیر کے مال میں غریب کا حق رکھا بلکہ دینے  
 والوں کو راہِ خدا میں دینے کی تلقین کی اور ان لوگوں کو ڈرایا جو مال جمع کرتے ہیں  
 تاکہ امیر غریب میں کم فرق رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”ہنیں پاسکو گے  
 نیکی کو حسنی کہ جو کچھ پسند کرتے ہو اُسے خرچ نہ کرو۔“ مال جمع کرنے والے کے لیے  
 فرمایا ”جو لوگ جمع کرتے ہیں سونا چاندی اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں تکلیف دہ  
 عذاب کی خوش خبری سنا دو جس دن اس سونے چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا پھر  
 ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا، یہ ہے جو تم نے اپنے لیے  
 جمع کیا تھا، اب چھو جو تم نے جمع کیا تھا“ وادو دہش کی ترغیب میں فرماتے ہیں ”جس  
 نے دیا، پر نیز گاری برقی، اور نیکی کی تصدیق کی، اُسے ہم آسانی کی تو فیق دیں گے  
 اور جس نے نخل کیا ہے پر و بنا رہا اور نیکی کو جھٹلایا اسے سختی میں پہنچائیں گے“ اور

رسول اللہ نے فرمایا ”ہر دن صبح و دو فرشتے اترتے ہیں، ایک کہتا ہے ”اے اللہ! خراج کرنے والے کو اور دوسے ”اور دوسرا کہتا ہے ”اے اللہ! بخیل کا مال تلف کر دے“ رسول اللہ نے چاہا کہ تمام مسلمانوں کو عہدہ کا عادی بنائیں، فرمایا ”ہر مسلمان پر عہدہ واجب ہے“ صحابہ نے عرض کی ”اے نبی خدا اور جس کے پاس کچھ نہ ہو؟“ فرمایا ”وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرے، اپنے نفس کو فائدہ پہنچائے اور عہدہ دے“ لوگوں نے دریافت کیا ”اور اگر یہ بھی نہ کر سکے؟“ فرمایا ”عصا پر حاجت کی مدد کرے“ لوگوں نے کہا ”اگر یہ بھی نہ کر سکے؟“ فرمایا ”نیک کام کرے، شر سے بچے تو یہ بھی عہدہ ہے“

## رسول اللہ کے دور میں مال کی تقسیم:

فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ مدینہ کی طرف لوٹے اور آپ کی حکومت استوار ہو گئی تو آپ نے اپنے عشر و عیال کرنے والے ان قبائل کی طرف بھیجے جو اسلام لائے تھے، قبائل نے انہیں مرجھا کہا، جب یہ لوگ مال وصول کر کے مدینہ پہنچے تو رسول اللہ نے وہ سارا مال مساویانہ طور پر مسلمانوں پر تقسیم فرما دیا۔ رسول اللہ جزیرہ کار و پیدا اور زبیر صلح بھی تمام مسلمانوں پر تقسیم فرما دیتے تھے البتہ پانچواں حصہ آپ لیتے تھے جسے وہ اپنے اقارب، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان لوگوں کو اور ایک حصہ مل جاتا پانچواں حصہ آپ نے فرمایا ہے ”مجھے سوائے خمس کے کچھ نہیں ملتا وہ بھی تم ہی لوگوں کو پہنچ جاتا ہے“

بے شک رسول اللہ اسلام کے رسول اور اشرافیوں کے امام تھے، آپ کے

عہد میں مدینہ کی طرف مال کی ریل سہیل تھی چونکہ آپ وہ تمام مال سرب پر مسافر دیا نہ  
تقسیم کہ دیتے تھے لہذا مسلمان سرب کے سرب خوشحال ہو گئے تھے، غریب لوگ امیروں  
سے محبت کرتے تھے اور امیر غریبوں پر خیرت کرتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے  
تھے کہ جو کچھ وہ خیرت کرتے ہیں وہ اللہ کے ہاں جمع ہوتا ہے اور آخرت میں ایں  
اس پر اجر ملے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ان تفرصوا اللہ قرضا حسنا يضاعف لكم .

”اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے دو چندان اور  
سہ چندان کر دے گا“

## قانون وراثت :

جن باتوں میں تمام اقتصادی مذاہب ناکامیاب رہے اسلامی اشرافیت وہاں  
کامیاب رہی کہ امیر لوگ غریبوں سے اور غریب امیروں سے محبت کرتے تھے، پھر  
یہ کہ اسلام نے اجتماعی امتیازات مٹا دیے مگر اس طرح کہ ایک فریق دوسرے فریق  
کے خلاف نہ ہو یا یہ کہ ایک فریق کی مصالحت کو دوسرے فریق کے لیے قربان نہیں  
کیا گیا۔ اس توازن کو جہاں بہت سی چیزوں نے باقی رکھا ہے ان میں سے ایک  
قانون وراثت بھی ہے کہ مرنے والے کی ساری اولاد اس کی وارث ہوتی ہے لہذا  
اس طرح دولت زیادہ سے زیادہ حد تک بٹ جاتی ہے، بخلاف انگریزی قانون  
کے کہ صرف بڑا بیٹا وارث ہوتا ہے اور اسی اکیلے کے ہاتھ میں ساری دولت چلی  
جاتی ہے جس کی وجہ سے حقیقی بھائیوں میں عداوت پیدا ہو جاتی ہے اور طبقات

کے درمیان توازن نہیں رہتا۔

## اسلامی اشرکیت سے بچاؤ:

جب رسول اللہ کا انتقال ہو گیا اور ابو بکرؓ خلیفہ رسول بنے تو بعض لوگوں نے یہ کوشش کی کہ اسلامی اشرکیت سے رہائی حاصل کر لیں لہذا انھوں نے زکوٰۃ کے دینے سے انکار کر دیا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی:

مَنْ مِّنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةٌ تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ  
ان صَلَّوْا تَكُ سَكَنًا لَهُمْ۔

”اے نبی! اے لوگو! ان سے صدقہ جو انہیں پاک کرے اور صاف کرے اور ان کے لیے دعا مانگو کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے باعث سکون ہے۔ انھوں نے کہا ہم تو زکوٰۃ اسی شخصیت کو دیں گے جس کی دعا ہمارے لیے باعث سکون بنتی (یعنی رسول اللہ کی ذات) اور بعض نے یہ شعر پڑھا:

اطعنار رسول الله اذ كان بيننا  
فوا عجباً ما بال دين ابي بكر  
”ہم نے رسول اللہ کی اطاعت کی جب تک کہ وہ زندہ رہے۔ تعجب

ہے! ابو بکرؓ کی اطاعت کے کیا معنی؟

جن لوگوں نے اسلامی اشرکیت سے آزاد ہونا چاہا کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، ابو بکرؓ نے انہیں دین سے پھر جانے والوں میں شمار کیا کیونکہ وہ زکوٰۃ کے روکنے سے اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن کو گراتے ہیں لہذا آپ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”آپ کیسے ان لوگوں سے جنگ کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے:  
 ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس وقت لوگوں سے لڑوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ  
 نہ کہہ دیں، جس سے یہ کلمہ پڑھ لیا اس کا مال اور اس کی جان دونوں محفوظ ہو گئے مگر  
 یہ کہ اس کا حق و حساب اللہ پر ہے۔“

حضرت عمرؓ نے آپ کو نصیحت کی کہ ایسا نہ کریں، انہیں اسی حالت پر چھوڑ دیں،  
 ان کی تالیفِ قلب کریں حتیٰ کہ ایمان ان کے دل میں مرکوز ہو جائے پھر وہ آپ  
 زکوٰۃ دینے لگیں گے۔

حضرت ابو بکرؓ نے عرض سے کہا:

”جاہلیت میں تو توڑ پھڑا رہی جبار تھا اور اب سُست پڑ گیا، وحی ختم ہو گئی، دین کی  
 تکمیل ہو گئی، کیا دین کو تیرے جتنے جی زک پہنچا یا جانے گا؟ قسم بخدا میں تو ضرور اس  
 شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے،  
 قسم بخدا اگر وہ ایک بکری کی ادائیگی سے بھی انکار کریں گے جو وہ رسول اللہ کے دور  
 میں دیتے تھے تو میں اس پر بھی اس سے جنگ کروں گا۔“

جو لوگ اسلامی اشتراکیت سے نکل جانا چاہتے تھے، ابو بکرؓ نے ان کے خلاف  
 جنگ کی اور فتح پائی، زکوٰۃ لے کر چھوڑی، اس طرح مندوں کی اس جنگ سے اشتراکیت  
 اسلامیہ اور قوی ہو گئی۔

عہدِ عمرؓ میں اشتراکیت:

بیٹا المال میں جو روپیہ آتا گیا ابو بکرؓ اسے سب مسلمانوں پر برابر برابر تقسیم کرتے

یہ ہے جس طرح کہ رسول اللہ کے زمانے میں تقسیم ہونا تھا مگر جب حضرت عمرؓ نے  
 تو اٹھوں نے دیکھا کہ سب کو برابر برابر حصہ دینا ان لوگوں پر ظلم ہے جو پہلے اسلام لائے  
 اور جنہوں نے جہاد کیے لہذا آپ اپنی جدید مالی سیاست بیان کرنے کے لیے  
 کھڑے ہوئے اور فرمایا:

”قسم بخدا اس مال کے سب برابر کے مستحق ہیں کسی کو کسی پر زیادہ حقیقت نہیں  
 ہے، نہ میں کسی سے زیادہ مستحق ہوں۔ رسول اللہؐ ہر مسلمان کا اس میں حق ہے مگر یہ کہ وہ  
 غلام ہو اور یہ بات طبی تو ہے کہ کتاب اللہ میں ہمارا پڑا مرتبہ ہے، ہم رسول اللہ  
 کے حصہ دار ہے، اسلام کی راہ میں نکال لیے، اٹھائیں، کچھ لوگ قدیم الایام ہیں،  
 کچھ لوگوں نے سخت مصائب، دین اسلام کی خاطر برداشت کیں، بخدا اگر یہی تقسیم  
 باقی رہی تو صفاء پہاڑ پر اونٹ چرانے والا چرواہا ملے آئے گا اور وہ بھی سب برابر  
 حصہ لے جائے گا۔“

## دفتر مال کا قیام:

حضرت عمرؓ نے اپنے اس خطبہ میں اپنی مالی سیاست کی تشریح کی، آپ کے  
 دور میں شامی فتوحات سے بے شمار مال مدینہ کی طرف آنے لگا۔ کوئی خزانہ نہ تھا  
 کہ جہاں محفوظ کیا جاتا کہنا مسجد میں رکھ دیا جاتا اور گھبان منقر کر دیے جاتے، ابو ہریرہؓ  
 بکریں سے مال لائے تو عمرؓ نے پوچھا کتنا لائے ہو؟ کہا پانچ لاکھ ورم حضرت عمرؓ  
 نے فرمایا ”پتا بھی ہے کیا کہہ رہے ہو؟“ ابو ہریرہؓ بولے ”کیوں نہیں، ایک لاکھ ایک  
 لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ اور ایک لاکھ“ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا ”کیا پانچ لاکھ“

مال ہے؟ ابو ہریرہ نے کہا "مجھے معلوم نہیں" حضرت عمرؓ نے پوچھے اللہ کی حمد و  
 ثنا کے بعد فرمایا "لوگو! ہمارے پاس بہت سا مال آیا ہے، اگر چاہتے ہو تو عیال  
 کو دے دیں اور چاہتے ہو تو شمار کر کے دے دیں۔ تو وہ مسلمان جو ایران و روم ہو گئے  
 تھے یوں کہ ایک دفتر مال قائم کرنا چاہیے یعنی دفتر میں ہر شخص کا نام اور اس کے آگے  
 اس کا وظیفہ لکھا جائے، لہذا آپ نے حکم دیا کہ دفتر بنایا جائے۔ اس طرح تمام  
 قبائل کی ایک فہرست تیار ہو گئی اور چھتر صد و قول میں بنا کر دیے گئے۔ ابتدا  
 رسول اللہ کے اہل قرابت سے کی گئی، پھر اہل بدر، پھر اہل حدیبیہ اور بیعت رضوان  
 والے پھر اہل قادسیہ و یرموک وغیرہ۔ آپ نے رسول اللہ کی بیویوں اور آپ کے  
 چچا عباسؓ کو بھاری وظائف دیے یعنی دس ہزار درہم، البتہ عائشہ کو بارہ ہزار دیے  
 کیونکہ رسول اللہ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کے باپ کا بڑا رتبہ تھا۔ حسن و  
 حسینؓ اور اہل بدر کے لیے پانچ پانچ ہزار، چار چار ہزار ان لوگوں کے لیے جن کا  
 اسلام اہل بدر کی طرح مضبوط تھا مگر وہ کسی وجہ سے شریک جنگ نہ ہو سکے تھے، تین  
 ہزار عبد اللہ بن عمرؓ اور بعض مہاجرین و انصار کے فرزندوں کو، اہل مکہ کو اکھڑ اکھڑ سو  
 درہم اور بقیہ تمام مسلمانوں کے لیے تین سو اور چار سو درہم کے درمیان، مہاجرین  
 و انصار کی عورتوں کے لیے دو سو، تین سو، چار سو اور پچھ سو درہم، سپہ سالاران لشکر  
 کو حسب مراتب سات ہزار، آٹھ ہزار اور نو ہزار درہم۔ یہ نظام تمام مشرکوں کے اندر  
 آپ نے جاری کرایا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ایک طویل خطبہ دیا جس میں  
 مایات کو بھی لیا، فرمایا "میرے ذمہ یہ بات ہے کہ میں تمہارے خزانہ اور مال غنیمت



سے کچھ بھی نہ لوں اور تمہارے اوپر یہ لازم ہے کہ جو کچھ میرے پاس آجائے وہ  
 ناحق نہ جائے۔ میں انشاء اللہ اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ تمہارے عطیات و وظا  
 میں اضافہ کروں گا، تمہاری سرحدوں کی حفاظت کروں گا، تمہیں ہلاکت میں نہیں  
 ڈالوں گا اور تمہیں صل و قتال میں نہیں بھجوں گا، اور جہاں کہیں بھی تم جنگ  
 پر جاؤ گے تو میں تمہارے اہل و عیال کا ذمہ دار ہوں گا حتیٰ کہ تم کوٹ آؤ۔

### تقسیم اراضی :

اسلامی اشرافیہ میں زوروں پر رہی آپ نے والے مال سے ہر  
 ایک کو حصہ دیتے تھے۔ جب عراق فتح ہوا تو عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ یہ  
 ساری زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دیجیے تو علی بن ابی طالب، طلحہ اور دوسرے لوگوں  
 نے مخالفت کی۔ حضرت عمرؓ ان اراضی کی تقسیم پر راضی نہ تھے، حضرت عمرؓ اور  
 تقسیم خواہوں میں خوب رد و کد ہوئی، جو لوگ تقسیم کے حق میں تھے وہ کہنے لگے کہ  
 عمرؓ ہم پر ظلم کرتے ہیں، آپ نے پانچ اوس کے اور پانچ خزرج کے بڑے آدمی  
 جمع کیے اور فرمایا:

”میں نے آپ لوگوں کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ جو امانت میں سے اٹھائی  
 ہے اس کے اٹھانے میں آپ لوگ میرا کچھ ملاحظہ نہیں، میں بھی آپ ہی جیسا ہوں،  
 آپ لوگ حق پر قائم ہیں مگر کچھ لوگوں نے میری موافقت کی ہے اور کچھ نے مخالفت  
 میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ لوگ میری خواہشات کے مطابق چلیں، آپ لوگوں کے ملاحظہ  
 میں اللہ کی کتاب ہے جو حق کی تعلیم دیتی ہے، بخدا میں اگر کچھ کہتا ہوں تو میں حق ہی

سمجھ کر کہتا ہوں۔

تم نے ان لوگوں کی گفتگو سنی جو مجھے ظالم کہتے ہیں، پناہ بخدا جو میں ظالم کروں۔ اگر میں نے ان پر کوئی ظلم کیا ہے کہ ان کا حق چھین کر کسی کو دے دیا تو مجھ سے زیادہ بد بخت کون ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ سر زمین کسریٰ کے بعد اب کونسا علاقہ فتح کرنا رہ گیا ہے؟ اللہ نے ہمیں ان کا مال، زمین اور غلام دیے، وہ سب میں نے مستحقین کو دے دیے اور تمس و عدول کر لیا وہ بھی صحیح مقام پر خرچ کر دیا، اب میں چاہتا ہوں کہ زمین غلاموں کے سپرد کروں اور ان پر خراج لگا دوں اور ان کی ذائقوں پر جو یہ مقرر کروں، یہ آسانی ہمیشہ کے لیے تمام مسلمانوں کو پہنچی رہے گی، تمہارا کیا خیال ہے؟ یہ سہ حدیں کیسے محفوظ رہیں گی جو اب تک کہ وہاں کے لوگوں پر انعام و اکرام کی بارشیں نہ کی جائیں گی اور یہ روپیہ کہاں سے آئے گا اگر غلام اور زمینیں تقسیم کر دی جائیں گی؟

رہے آپ کی بات مان لی اور عثمان بن حنیف زمینوں کی پیمائش پر تعینات کر دیے گئے۔ ان زمینوں کا خراج خوب بھر بھر کے مدنیہ آیا اور تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ ایک سال کو نوہ کا خراج دس لاکھ درہم تک پہنچ گیا تھا جو سب کا سب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ کیا اگر حضرت عمرؓ، تقسیم کرانے والوں کی بات مان جاتے تو یہ مال مسلمانوں پر خرچ نہ ہوتا، اور اتنی رقم کہاں سے آتی رہتی؟

حکومت اسلامیہ کا میٹرانیہ:

جتنے بھی اموال مسلمانوں کو حاصل ہوتے تھے وہ سب بیت المال میں داخل

کو دیے جاتے تھے، ہر قسم کے اخراجات بھی بیت المال پر واثقت کرتا تھا، گویا بیت المال موجودہ دور میں وزارتِ مال کے قائم مقام ہوتا تھا۔ بیت المال کے ذرائع آمدنی مندرجہ ذیل تھے :

خراج، ہزیہ، زکوٰۃ، زہدِ صلح، مالِ غنیمت اور عشر۔  
اب ہم ہر ایک کے بارے میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

### (۱) خراج :

مال کی اس معین مقدار کا نام ہے جو سرزمینِ صلح سے مشرکین سے حاصل ہو یا جس سرزمین کو مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کیا ہو یا اس سرزمین سے وصول ہو جو بغیر قتل و قتال کے مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی ہو، مگر بعض زمینیں ایسی بھی تھیں جن سے خراج نہیں لیا جاتا تھا بلکہ ان کے مالک پیداوار کا دسواں حصہ دیتے تھے، ان زمینوں کو عسکری زمینیں کہتے تھے، وہ زمینیں بھی خراج سے مستثنیٰ تھیں جہاں کے باشندے مسلمان ہو گئے ہوں اور وہ صلح پر قائم رہے ہوں، ایسے لوگوں سے خراج نہیں لیا جاتا تھا بلکہ عشر لیا جاتا تھا۔

کتاب الاحکام السلطانیہ میں ماوردی لکھتا ہے کہ تمام زمینوں کی چار قسمیں ہیں :-

- ۱۔ جہنیں مسلمانوں نے زندہ کیا ہوں پر عشر ہے خراج نہیں۔
- ۲۔ جہاں کے باشندے مسلمان ہو گئے ہوں، امام شافعی کے نزدیک وہ عسکری زمین ہے خراجی زمین نہیں۔

۳۔ وہ سرزمین جو بڑوہ شمشیر فتح کی گئی ہو، امام شافعی کے نزدیک وہ فائتین کا حصہ ہے، وہی اس کے مالک ہوں گے مگر عشر ادا کریں گے۔ لہذا یہ عشری زمین ہوگی خواجی نہیں۔

۴۔ جس سرزمین پر مشرکین نے عین کر لی ہو اس پر خراج مقرر کیا جائے گا۔ خراج مال یا غنم کی مقدار کا نام تھا، رسول اللہ نے اہل خیر سے نصف پیداوار پر عین کی تھی خواہ کم ہو یا زیادہ۔ حضرت عمرؓ ہر اس زراعتی ایکڑ سے جس میں گھوڑوں کی پیداوار ہو چودہ درہم لیا کرتے تھے۔

غلفاء خراج کے وصول کرنے کے لیے گورنر مقرر کیا کرتے تھے اس رقم سے وہ لشکریوں کے وظائف ادا کیا کرتے تھے اور جس ملک سے خراج وصول کیا جاتا اس کے مصالح عامہ پر خرچ کرتے، باقی رقم بیت المال میں بھیج دیتے تھے تاکہ اپنے ملک میں صرف ہو۔

حضرت عمرؓ نے گورنروں کو بالکل مطلق العنان نہیں چھوڑ دیا تھا، اور نہ انہیں خرچ کرنے کا پورا اختیار دے دیا تھا، بلکہ ان کے لیے ایک راہ مقرر ہوتی تھی۔ آپ کا حکم تھا کہ تمام مسلمانوں پر عطیات تقسیم کیے جائیں خواہ وہ جزیرہ عرب کے ہوں یا اسلام کے آئے ہوں۔ تمام حساب کتاب باقاعدہ لکھا جاتا تھا۔ جب آپ کسی گورنر بناتے تو اس کی تمام ملکیت کی فہرست سے لیتے اگر ان کی ملکیت بڑھ جاتی تو اسے ضبط کر لیتے چنانچہ جب آپ نے سعد بن ابی وقاص کو گورنر بنایا تو کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان کا اوصال ضبط کر لیا اور عمرو بن العاص کو مصر کی گورنری کے بعد لکھا:

آپ کے پاس مال متاع، غلام، برتن، حیوانات بہت زیادہ ہو گئے ہیں جو  
مصر کا گورنر بننے سے پہلے لٹھے۔

عمر بن العاص نے جواب دیا "ہماری سر زمین بہت زرخیز ہے اور تجارت گاہ  
ہے لہذا ہمیں اپنے اخراجات سے زیادہ آمدنی ہوتی ہے۔" حضرت عمرؓ نے پھر لکھا،  
"مجھے بعض بڑے گورنروں سے سابقہ پڑا ہے، جس کی وجہ سے مجھے آپ کے بدظنی  
ہو گئی ہے، میں محمد بن مسلمہ کو بھیج رہا ہوں اسے اپنا اودھ مال دے دو اس کے ساتھ  
اتھا بڑا دکھانا اور جو کچھ وہ مانگے دے دینا۔ اگر سختی کرے تو معاف کر دینا۔ محمد بن  
مسلمہ گئے اور اودھ مال لے لیا۔

بنا اوقات آپ کے سارا مال ہی ضبط کر لیا اور بیت المال میں داخل کر دیا۔  
چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جبکہ انھیں بکریں کا گورنر مقرر کیا تھا۔  
یہ واقعہ ابو ذر کے سوانح میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔  
مختلف شہروں کے خراج سے لشکریوں کو وظائف دیے جاتے اور ان کے  
تمام اخراجات برواشت کیے جاتے۔ مصر کا خراج مصر میں صرف کیا جاتا، شام کا  
شام میں اور کوفہ کا کوفہ میں۔ علیؓ ہذا القیاس۔ پھر جو کچھ بچ رہتا رہے بیت المال میں  
داخل کر دیا جاتا۔

(۳) حشر یہ :

یہ وہ شخصیں تھیں جو افریقہ پر مقرر ہوتے تھے، اگر کوئی داخل اسلام ہو جاتا تو معاف کر  
دیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاعزون

”تھی کہ وہ دینِ جزیہ اپنے ہاتھوں سے ورائی حالیکہ وہ ذلیل ہوں“

جزیہ ذمیوں پر فرض کیا گیا اس میں ان پر کوئی زیادتی نہ تھی کیونکہ مسلمانوں پر زکوٰۃ

فرض تھی۔ اسی لیے دونوں فریق مزے میں ایک ہی حکومت کے ماتحت رہتے

تھے۔ ماوردی اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ میں لکھتا ہے ”جزیہ جزا سے مشتق ہے۔

حکام پر فرض ہے کہ وہ اپنی کتاب ذمیوں پر جزیہ مقرر کریں تاکہ وہ آرام سے دارالاسلام

میں رہیں، اس کے عوض مسلمانوں پر دو فرض عائد ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ ان پر

مانقہ نہ اٹھائیں، دوسرے یہ کہ ان کی حفاظت کریں تاکہ وہ بے خوف اور محفوظ

رہیں، ذمیوں سے مندرجہ ذیل رقومات لی جاتی تھیں اس سلسلہ میں پہلی ہر ایک کی

پوری پوری رعایت کی جاتی تھی۔

۱۔ امیروں سے پینتالیس درہم لیے جاتے تھے۔

۲۔ متوسط الحال لوگوں سے چوبیس درہم۔

۳۔ جو غریب لوگ لگاتے تھے ان سے بارہ درہم۔

۴۔ کسی ایسے شخص سے جو زکوٰۃ خیرات لیتا تھا، شکیں نہیں لیا جاتا تھا، نہ معذور

سے نہ اندھے، کورھی اور مجنون وغیرہ سے، جزیہ صرف عقلمند آزاد لوگوں سے

لیا جاتا تھا عورت یا بچے سے نہیں لیا جاتا تھا۔

اس سے واضح ہو گیا ہو گا کہ خراج زمین پر لگتا تھا اور جزیہ افراد پر مگر جزیہ

اسلام میں داخل ہو جانے سے ختم ہو جاتا تھا۔

## (۳) زکوٰۃ :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی تاکہ فقیروں کو دی جائے چنانچہ فرماتے ہیں:

”اے نبیؐ بھئیے ان سے عمدتہ جو انھیں پاک کر دے اور زکوٰۃ جو پاکیزہ کر دے“  
 زکوٰۃ سونے چاندی پر فرض ہے، لہذا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ڈھائی فی صد نصاب زکوٰۃ سے زیادہ ملکیت پر ادا کرے یعنی سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی پر زکوٰۃ واجب ہے، اونٹوں پر بھی زکوٰۃ ہے، سامان تجارت پر بھی، کھیتی اور پھلوں پر بھی جس کے لیے کچھ شرطیں ہیں یہاں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں رہے زکوٰۃ کے مصارف ان کا بیان ہم آئندہ کریں گے۔

## (۴) زکوٰۃ صلیح :

زکوٰۃ صلیح وہ رقم ہے جو مسلمانوں کو مشرکین سے بغیر جنگ کیے وصول ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے:

ما افاض اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ فللہ وللرسول

ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل

”اللہ نے جو کچھ اپنے رسول کو اہل قریب سے دلایا وہ اللہ کے لیے رسول

کے لیے، قرابت والوں کے لیے، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔“

رسول اللہ اس کا پانچواں حصہ لے کر قرابت واروں، اہل بیت اور مسلمانوں پر

خروج کر دیتے تھے اور باقی لشکر کو دے دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے دفتر  
مال کھول دیا اور ہر ایک کا حصہ مقرر کر دیا۔

### (۵) غنیمت :

غزوہ بدر کے اختتام پر مسلمان دریافت کرنے لگے کہ مالِ غنیمت کس کا حق  
ہے؟ اکٹھا کرنے والوں نے کہا ”یہ ہمارا حق ہے“ لڑنے والوں نے کہا ”یہ ہمارا  
حق ہے“ اگر ہم مداخلت نہ کرتے تو تمہیں کیسے ملتا؟ جو لوگ رسول اللہ کی حفاظت  
کر رہے تھے انہوں نے کہا ”ہم زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ہم رسول اللہ کی حفاظت  
کرتے رہے ورنہ چاہتے تو جنگ میں شریک ہو جاتے یا مال جمع کرنے میں لگ  
جاتے مگر ہم رسول اللہ کی حفاظت کی وجہ سے باز رہے“

رسول اللہ نے فرمایا ”جس کے پاس جو کچھ ہے وہ جمع کر دے جب فیصلہ  
ہو گا تو دیکھا جائے گا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نازل ہو“  
تو یہ آیت نازل ہوئی :

واعلموا انما غنمتم من شئ فان بعد خمسہ

”جانو کہ جو کچھ تمہیں مالِ غنیمت ملا ہے اس میں اللہ کا پانچواں حصہ ہے“

امام شافعی مالِ غنیمت کے بارے میں فرماتے ہیں ”جو کچھ مالِ غنیمت ملا ہو  
خواہ مال و متاع ہو یا زمین وغیرہ سب مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ البتہ بالغ قیدیوں  
کے بارے میں امام کو اختیار ہے، وہ چاہے تو قدر سے لے چاہے قتل کر دے  
چاہے قید کر دے“



## (۶) عشر :

صبح الا عشیٰ میں ہے "کافر جو سامان تجارت وارا الحرب کے دارالاسلام میں لاتے ہیں اس پر عشر لیا جائے بشرطیکہ ان سے اس قسم کا معاہدہ ہو جائے یہ شکیں تا جو وہ سے اسی وقت لیا جاتا تھا جبکہ وہ مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرتے تھے جیسا کہ آج کل جنگی لی جاتی ہے۔"

## مصارف :

۱۔ رسول اللہ کے زمانے میں لشکریوں کے وظائف غیر محدود تھے وہ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر سارا مال لے لیتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نے دفتر مال کھولا اور ہر ایک کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

۲۔ زکوٰۃ فقیروں، مسکینوں، زکوٰۃ وصول کرنے والوں، مؤذنتہ القلوب، قمر غباروں، راہِ خدا اور مسافروں پر صرف کی جاتی تھی جیسا کہ کلامِ پاک میں آیا ہے۔ زکوٰۃ صلح کا مصرف ہم پیچھے بتا چکے ہیں۔

۳۔ مالِ غنیمت لشکریوں کو خمس نکالنے کے بعد دے دیا جاتا تھا سوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "مالِ غنیمت کا خمس اللہ کا ہے اور رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"

۴۔ ہر مسلمان بچے کو بیت المال سے ایک وظیفہ ملتا تھا جس کی ہم ابھی تفصیل کریں گے۔

۵۔ بیت المال، نہروں کی کھدوائی، قید خانوں، نوئی مرلیوں، سرکاری قیدیوں کے کھانے پینے، پہننے اور کفن دفن پر خرچ کرتا تھا۔

۶۔ جنگی اخراجات بیت المال ادا کرتا تھا۔

۷۔ اوباء، علماء، مدرسین کو بیت المال وظائف دیتا تھا۔

یہ ایک مختصر سی صورت، حکومت اسلامیہ کے میزانیہ کی ہے جو بیسویں صدی کی حکومتوں کے میزانیہ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔

مُعْمَر بچے، مریض اور بے کار :

حضرت عمرؓ نے ایک اندھے بڑھے کو ایک دروازے پر مانگتے ہوئے دیکھا،

معلوم ہوا کہ یہودی ہے، آپ نے دریافت فرمایا :

”کیوں مانگتے پھرتے ہو؟“

”جوڑیہ، ضرورت اور عمر سے پوچھیے۔“

حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا، گھر لے گئے اور حسب ضرورت اُسے اسی وقت

دیا اور خزانچی کو لکھا :

”اس جیسے اشخاص کو دیکھو، قسم بخدا یہ انصاف نہیں ہے کہ ہم نے اس کی

جوانی سے تو فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں اُسے کھرا دیا۔ صدقات فقرا اور مساکین

کی لیے ہیں اور یہ شخص اہل کتاب کے مسکینوں سے ہے۔“ بعد ازاں حضرت عمرؓ

نے اس سے اور اس جیسے دیگر اشخاص سے جوڑیہ معاف کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے یہ نہ چاہا کہ جوانی میں تو اس کی کمائی کھائیں اور بڑھاپے میں اُسے

رہ سوا کر دیں، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ یہودی ہے اور آپ کا ہم مسلک نہیں ہے تو آپ نے محمدؐ مسلمانوں کے لیے کیوں بڑا انتظام کیا ہوگا، بلاشبہ آپ نے ان کے لیے ضروری وظائف جاری کیے ہوں گے۔

حضرت عمرؓ نے صرف محمدؐ کو گولہ ہی کے لیے کام نہیں کیا بلکہ ہرنچے کے لیے بھی سویرہم مقرر کیے، وجہ یہ تھی کہ ایک وفد حضرت عمرؓ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں سے کہا:

”اللہ سے ڈرا اور اپنے بچے کے ساتھ احسان کر۔“

پھر بڑے تو پھر بچے کے رونے کی آواز سنی آپ نے پھر اس کی ماں سے وہی کلمات کہے، پھر وہاں سے چلے آئے جب آخری رات ہوئی تو پھر اس کے رونے کی آواز سنی، آپ اس بچے کی ماں کے پاس گئے اور کہا:

”تجھ پر افسوس ہے، تو یہی ماں ہے۔۔۔ کیا بات تیرے بچے کو ساری رات

بے قراری رہی؟“

”اے بندۂ خدا میں اس سے تنگ آگئی ہوں کھانا دینا چاہتی ہوں مگر یہ کھانا ہی

نہیں۔“

”کیوں؟ کھانا کیوں دینا چاہتی ہے؟“

”کیونکہ عمرؓ کو دودھ کھپانے پر ہی وظیفہ دینا ہے۔“

”اس کی کتنی عمر ہے؟“

”چند ماہ۔“

”افسوس، اتنی جلدی نہ کر۔“

پھر صبح کی نماز پڑھی سلام پھیرا اور کہا ”عمر پر افسوس ہے کتنے مسلم بچے مار دیے۔“  
پھر منادی کو بلوایا اور یہ اعلان کرایا ”کہ بچوں کا دودھ جلدی نہ کھڑاؤ کیونکہ ہر نوزائیدہ کو  
وظیفہ دیا جائے گا۔“

مشق جاتے ہوئے نصرانی کوڑھیوں کے پاس سے گذرے تو حکم دیا گیا تھیں  
صدقات سے حصہ دیا جائے اور روزیہ جاری کیا جائے۔“

## سربین ڈگ کی تجاویز:

حضرت عمرؓ کی اکثر اکیٹ بے کاروں اور معزوں سے لے کر تھی، آپ نے بچوں کے  
یہ بھی وظائف مقرر کیے جس طرح کہ مریشوں کے علاج کے لیے حکم دیا اور ان کا  
روزیہ مقرر کیا۔ آپ نے معزوں کو بھی وظیفہ دیا۔ یہ ہے اکثر اکیٹ عمرؓ کی جو خلفائے  
راشدین میں سے دوسرے خلیفہ تھے۔ یہ ایسی اکثر اکیٹ تھی کہ بیسیوں صدی کی ترقی یافتہ  
حکومتیں بھی ایسا نہیں کر سکتیں۔

انگلستان نے جو کہ اجتماعی خدمات میں سب سے ترقی یافتہ حکومت ہے یہ کوشش کی تھی کہ  
غریبوں کے ساتھ کچھ تخفیف کر دی جائے تو وہ بھی اس حد تک قدم نہ اٹھا سکی جہاں تک  
حضرت عمرؓ پہنچ چکے تھے۔

سربین ڈگ نے جب انگلش پارلیمنٹ میں اپنی تجاویز پیش کیں تو تمام دنیا میں تار  
کھڑک گئے کیونکہ وہ فقروں کے ساتھ بڑی مراعات پر مشتمل تھیں اور تمام برطانوی رعایا  
کے لیے باعث اطمینان تھیں، سربین ڈگ کی تجاویز میں سب سے پہلے جس چیز پر نظر پڑتی ہے  
وہ ایسے وظائف ہیں جو بیکاروں، معزوں اور بیواؤں کے لیے اور ولادت اور

طبی علاج کے لیے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ تمام کام کیے تھے اور بیت المال سے اس قسم کے وظائف جاری کر رکھے تھے، علاوہ بریں حضرت عمرؓ اور سر ولیم بیفرڈنگ کے کام ہیں ایک اور بہت بڑا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ بیفرڈنگ کی تجاویز معلوم نہیں عملی جامہ پہنتی ہیں یا نہیں پھر بھی وہ اسلام کے لیے تو کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔



جب مسلمانوں نے کسب کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ نفس نفیس چیزیں مدینہ لے آئے تو عبداللہ بن ارقم نے حضرت عمرؓ سے کہا ”یہ سب کچھ بیت المال میں داخل کر لیجئے تاکہ ہم تقسیم کر لیں“

”آپ نے فرمایا ”واللہ یہ آسمان کے نیچے ہی پڑا رہے گا، کسی کو ٹھٹھی میں نہیں دھرا جائے گا“

لہذا وہ سارا مال مسجد میں ڈال دیا گیا، اس پر کپڑا ڈال دیا گیا اور رات بھر لوگ حفاظت کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے اُسے کھولا، سونا چاندی کثیر مقدار میں دیکھ کر روئے تو عبدالرحمان بن عوف نے کہا:

”امیر المؤمنین! آپ کیوں روئے ہیں کیونکہ یہ دن تو خوشی اور شکر گزاری کا دن ہے“

حضرت عمرؓ نے کہا ”بجدا جب بھی درویش کسی قوم میں آئے تو اس میں عداوت اور نفیس پیدا ہو گیا“

پھر آپ مالِ غنیمت تقسیم کرنے کھڑے ہوئے، حضرت عمرؓ نے بہت ٹھیک اندازہ لگایا تھا کیونکہ ان کے بعد آنے والے خلیفہ کے دورِ رہی سے فتنہ و فسادات شروع

ہو گئے تھے۔

حضرت عمرؓ نے آخر عمر میں فرمایا "اگر مجھ سے ہو سکتا تو میں امیروں سے مال چھین کر غریبوں کو دے دیتا" مگر آپؓ زیادہ دنوں زندہ نہ رہے بہر حال آپ کا انتقال ہو گیا اور اسلامی شراکیت آپے بلند مراتب پر تھی۔

## اسلامی شراکیت حضرت عمرؓ کے بعد:

حضرت عمرؓ کے بعد عثمانؓ خلیفہ بنے، آپ بڑے متقی پرہیزگار انسان تھے، مگر آپ میں عمرؓ کی سی پختہ کاری نہ تھی، ادھر اپنے خاندان بنو امیہ کے بارے میں طبعی وہ کچھ کمزور واقع ہوئے تھے، چنانچہ آپ نے خیز مروان بن الحکم کو دے دیا تھا حالانکہ خیزر کا مال رسول اللہؐ نے عام مسلمانوں کے لیے مقرر کیا تھا اور ایسا ہی ابو بکرؓ و عمرؓ کے دور میں رہا، نیز آپ نے مروان کو افریقیہ کے خراج کا پانچواں حصہ دیا، اور شام کا خراج معاویہؓ کے لیے چھوڑ دیا، اطفال نے اسے مسلمانوں پر تقسیم نہ کیا بلکہ جمع کر لیا اور ابو ذرؓ کھڑے ہوئے، آپ شام میں تھے، آپ نے معاویہ کے منہ پر ان پر اعتراضات کیے، اس لیے آپ دنیا میں پہلے اشتراکی ہیں۔ اس امر کی تفصیل ہم اس رسالہ میں کر چکے ہیں۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کی سیاست مالی تھی اور آپ بنو امیہ سے محبت کرتے تھے اس لیے لوگ آپ سے نفور ہو گئے اور اطفال نے آپ کو قتل کر دیا۔ بعد ازاں حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے اطفال پر بیعت کی گئی۔ آپ اسی نظام پر چلے جس پر ابو بکرؓ و عمرؓ چلتے تھے، لہذا آپ نے تمام مال تقسیم کر دیا، مگر معاویہ آپ سے نفرت کرنے لگے اور لڑائیاں جاری رہیں تھیں کہ معاویہ کی جیت ہوئی اور خلافت مملکت سے بدل

گئی اب بجائے زبرد و تقشف کے، عظمت و جلال آگئے تھے اور لوگ دنیا پر ٹوٹنے لگے تھے۔ مالِ ثناء مانہ ان بان پر خرچ کیا گیا اور مسلمانوں کو ٹھلا دیا گیا۔ اس طرح اسلامی اشرافیہ کمزور پڑ گئی تھی کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے، اطفال نے پھر وہی معاملات جاری کیے اور جو کچھ ان اسلاف نے لوگوں سے غصب کیا تھا وہ واپس لوگوں کو دلایا، لہذا آپ کے زمانے میں وہی حالات پیدا ہو گئے تھے جو حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں تھے۔

## اسلامی اشرافیہ کا روشن زمانہ :

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب اپنے سلف سلیمان کو اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا تو وہ لوٹنے لگے دیکھا کہ گھوڑے پتھر اور ٹوکھڑے ہوتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ایک سامی ہے پوچھا:

”یہ کیا ہے؟“

”یہ جشنِ خلافت ہے، جب خلیفہ شروع شروع سے سوار ہوتا ہے تو اسی طرح سواریاں لائی جاتی ہیں۔“

”میرا گھوڑا کافی ہے۔“

”اپنے خادم مزاکم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا ”ان سب کو بیت المسال میں پہنچا دو۔“

ایسا ہی آپ نے شاہی جموں کے ساتھ کیا، جب قصرِ خلافت میں پہنچے تو سلیمان کی اولاد نے کہا:

”یہ آپ کا ہے اور یہ ہمارا ہے“

”یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے؟“

”یہ وہ کپڑے ہیں جو غلیفہ پہنتے تھے اور خوشبو وغیرہ لگاتے تھے لہذا یہ ان کی

اولاد کا حق ہے اور جو کپڑے انھوں نے نہیں چھوئے یا ان پر خوشبو نہیں لگائی وہ

آپ کے ہیں“

”یہ کپڑے زمیرے، نہ سلیمان کے، نہ تمھارے، مزاہم! سب بیت المال میں

داخل کرو۔“

آپ نے اپنے ارد گرد دیکھا تو دیکھا کہ انھیں اپنے باپ سے بہت کچھ مال

اور جاگیریں ملی ہیں، وہ سوچنے لگے کہ باپ یا میرے خاندان والے کس طرح ان

اموال کے مالک ہوئے، آپ سمجھ گئے کہ یہ سب مال و جاگیر ناجائز طریقوں سے

حاصل کیے گئے ہیں لہذا آپ نے ارادہ کر لیا کہ جو کچھ بھلی ہے سب ان لوگوں کو واپس

دے دیں جن سے چھینا گیا ہے۔ آپ نے مزاہم سے کہا:

”مزاہم! لوگوں نے ہمیں عطیات دیے جو ہمیں لینے جائز نہ تھے، اب یہ بچ

تیک پہنچ گئے ہیں جن کے بارے میں سوائے خدا کے کوئی اور مجھ سے حساب نہیں

لے سکتا“

”امیر المؤمنین! آپ کو پتا ہے آپ کے کتنی اولاد ہے؟“

”ہیں انھیں اللہ کے سپرد کرنا ہوں“

مناوی سے کہا کہ نماز کا اعلان کرو پھر مسجد میں گئے، لوگ جمع تھے ان سے

کنے لگے ”جو کچھ حرام مال جمع تھا سب نکال رہا ہوں اور بیت المال میں داخل کروں گا



ہوں۔

آپ نے ساری دستاویز جلا دیں اور جاگیریں واپس کر دیں۔ صرف خیبر اور سویدارہ گیا، جب معلوم ہوا کہ خیبر رسول اللہ کے زمانے میں تمام مسلمانوں کے لیے تھا تو آپ اس سے بھی دست بردار ہو گئے اور صرف سویدارہ کو اپنے لیے رہنے دیا کیونکہ وہ آپ کے خود خریدی تھا۔

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد سلطنت کی ابتداء دستاویزوں کے چھڑانے اور بھاری بھاری وظیفوں کے بند کرنے سے کی ہو، امیر کو خواہ مخواہ دیے جاتے تھے اور ان کے لیے ایسے وظائف جاری کیے جو عام مسلمانوں کے لیے تھے۔

ایک دفعہ آپ کی پھوپھی بڑا بھنگا کھتی آئیں کہ باپ دادوں کے زمانے کے جاری شدہ وظائف کیوں بند کر دیے، دیکھا تو آپ تیل اور نمک سے روٹی کھا رہے تھے کہنے لگیں:

”امیر المؤمنین! میں اپنے سے اتنی تنگی مگر جی چاہتا ہے کہ پہلے آپ کے کام ہی سے ابتدا کروں۔“

”کیا؟“

”آپ اپنے لیے کوئی نرم کھانا پکواتے۔“

”کیا کروں میرے پاس پیسے نہیں ہیں ہوتے تو ضرور بنوا لیتا۔“

”امیر المؤمنین! عبدالملک مجھے وظیفہ دینے تھے، پھر دینے اور بڑھا دیا، سلیمان

نے اور اعضاء کیا اور آپ کے بند ہی کر دیا۔“

”پھوپھی! وہ لوگ مسلمانوں کا حق آپ کو دیتے تھے میں تو ایسا نہیں کرتا البتہ

اپنے پاس سے دسے دوں گا۔  
”کتنا؟“

”مجھے سو دینا ملتے ہیں۔“  
”تو پھر مجھے ان میں سے کتنا ملے گا؟“  
”کیا کہوں میرے پاس اتنا ہی ہے۔“

آپ مال کو ناحق خرچ نہ کرتے حتیٰ داری کو دیتے نہ وظیفے دیتے نہ خدام کو انعام و اکرام بلکہ بیت المال کے اضافہ میں کوشاں رہتے۔ اس طرح عام مسلمانوں کے وظائف میں اضافہ ہو گیا اور اسلامی اشتراکیت زوروں پر آگئی یہی وجہ تھی کہ آپ کے دور میں کوئی فقیر نہ رہا تھا۔

آپ کا پرانا دوست عبید بن سعید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ”مجھے بیس ہزار دینار ملنے تھے، سلیمان نے حکم دے دیا تھا، مہر چلی لگ گئی تھی صرف قبضہ باقی رہ گیا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہو گیا تھا آپ یہ کام انجام دے سکتے ہیں میرے آپ کے تعلقات سلیمان کی نسبت سے زیادہ گہرے ہیں۔“  
عمرؓ نے کہا ”کتنے ہیں؟“

”بیس ہزار دینار۔“

”بیس ہزار دینار تو چار ہزار گھرانوں کو کافی ہوتے ہیں اور میں ایک ہی انسان کو دسے دوں، قسم بخدا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔“

بنو امیہ آپ سے ناراض تھے کیونکہ ان کے وظائف بند کر دیے تھے حتیٰ کہ ایک دن یزید بن عبد الملک نے کہا:

”کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے بعد میں تخت پر نہیں بیٹھوں گا۔ آپ نے بنو امیہ سے کہا:

”میں خدائے وحدہ لا شریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ساری رات خدا سے توبہ کرتا رہا کہ یہ رات تم لوگوں کو دے دی اور کسی مسلمان کو باریاب نہ کیا، قسم بخدا میں تمہیں ایک درہم بھی نہیں دوں گا۔ اور اے یزید! جب تو خلافت پر بیٹھے گا تو تجھے اختیار ہے۔“

بنو امیہ بڑے ناراض ہوئے۔ وہ عمرؓ کے ڈالے ہوئے فقر سے تنگ آگئے لہذا اب جمع ہو کر آئے اور کہا:

”آپ نے بیت المال کو تو زندہ کر دیا اور اپنے بھائیوں کو بھوکا مار دیا، آپ روئے منظر ظالم کیوں کرتے ہیں، یہ ظلم تو پھیلوں نے کیسے آپ سے کیا واسطہ؟ آپ جو چاہے کیجیے مگر ان وظائف کے معاملہ میں دخل نہ دیجیے۔“

عمرؓ نے کہا ”مگر میں اسے پسند نہیں کرتا، بخدا زمین پر ایک ظلم بھی نہ چھوڑوں گا خواہ ہر ظلم کے بدلے میں میرا ایک عضو کاٹ دیا جائے حتیٰ کہ اسی طرح میری جان نکل جائے۔“

آپ کی حکومت ظالموں کے لیے عذاب اور فقیروں کے لیے رحمت تھی، آپ نے ہر بھوکے کے لیے مال کی افراط کر دی اور ہر مظلوم کے لیے عدل قائم کر دیا۔ آپ کے دور میں بیت المال میں مال کی بہتات ہو گئی۔ ہر ملک سے خراج آ رہا تھا اور بیت المال خوب خوب بڑھ رہا تھا۔

عمرؓ یہ کہہ سکتے تھے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے بغیر بیت المال

کاروپیر لیے کچھ وسعت کر سکتے تھے مگر آپ نے تو اپنی جاگیریں بھی واپس کر دیں،  
 انھیں بھی بیت المال میں داخل کر دیا تاکہ تمام مسلمانوں کو ان کا فائدہ پہنچے۔ آپ دوسروں  
 کی وسعت کے لیے اپنے ہاتھ پر تنگی کرتے اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ کاٹ کر  
 دوسروں کو دیتے۔ امیروں کو محروم کرتے اور فقیروں کو دیتے۔ آپ کے دور میں  
 لوگ زکوٰۃ کاروپیر لیے پھرتے تھے اور کوئی فقیر نہ ملتا تھا۔ اسی بارے میں یحییٰ بن سعید  
 کہتا ہے:

”مجھے عمر بن عبد العزیز نے افریقہ کے صدقات وصول کرنے پر لگایا تو مجھے  
 وہاں کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جسے وہ صدقات دے سکوں کیونکہ عمر نے لوگوں کو مال اور  
 کر دیا تھا لہذا میں نے اس خیرات کے مال سے کچھ غلام خریدے اور انھیں آزاد کر دیا۔  
 آپ کے دور میں، ذمی لوگ، بہت کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ لہذا  
 جزیہ کی آمدنی کم ہو گئی تھی تو مصر کے گورنر نے لکھا ”ذمی لوگ مسلمان ہونے جاتے ہیں  
 اور جزیہ ختم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ میں نے حارث بن ثابت سے دفتر والوں کی تنخواہوں  
 کے پیشے کے لیے بیس ہزار دینار قرض لیے ہیں۔“

مصر کے گورنر نے آپ سے یہ بھی مطالبہ کیا ”کہ ذمیوں کو اسلام میں داخل نہ ہونے  
 دیا جائے“ آپ نے جواب میں لکھا: ”میں نے تجھے مصر کا گورنر بنا کر دیا مگر میں تیری  
 کمزوری سے خوب واقف ہوں، میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تیرے سر  
 پر بیس کوڑے لگائے، جو لوگ اسلام لے آئے ہیں ان سے جزیہ مت لے، تیری  
 عقل پر پتھر پڑیں کیونکہ اللہ نے محمد کو ہادی بنا کر بھیجا تھا شیخ و عمول کرنے والا بنا کر  
 نہیں بھیجا تھا۔“

آپ کے گورنر عراق عدی بن ارطاة نے لکھا:  
 ” لوگ اسلام میں بکثرت داخل ہونے لگے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ خراج بہت کم ہو جائے گا۔“

آپ نے جواباً لکھا:

” قسم بخدا میں تمنا کرتا ہوں کہ تمام لوگ مسلمان ہو جائیں، جتنی کہ میں اور تو کھیتی کر کے کھانے لگیں۔“

گو آپ کے دور میں لوگوں کے اسلام میں داخل ہو جانے سے خراج کم ہو گیا تھا مگر اسلامی اشرکیت کی بنیادیں زکوٰۃ پر قائم رہیں۔

عبدعزیز بن عبدالمعزیز میں اسلامی اشرکیت کی یہ صورت تھی جو موجودہ اشرکیت کی صورت میں جلوہ گر نظر آتی ہے جبکہ آج کل بھوک اور فقر و فاقہ عام ہو گیا ہے۔

یہ ہے اسلامی اشرکیت کی چمک دار صورت، تو کیا کوئی جدید اقتصادی مذہب اس حد تک پہنچا ہے؟ اور کیا کوئی مذہب توقع رکھتا ہے کہ اس درجہ تک پہنچ جائے گا؟

کیا کوئی مسلک ایسا ہے جو فقر کو بالکل بڑے سے اکھاڑ دے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ جتنے بھی مذہب ہیں وہ صرف فقر و فاقہ میں تخفیف کرنا چاہتے ہیں، فقر و فاقہ کو جڑ سے اکھاڑنا

نہیں چاہتے، جس طرح کہ اسلامی اشرکیت نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں کیا تھا۔

عطیات میں اضافہ بیگار کی بندش اور لنگر خانے:

عمر کا عدل سب کے لیے شامل حال تھا لہذا آپ نے بیگار موقوف کر دی اور

لوگوں کو خوب خوب اموال تقسیم کیے، اپنے گورنر مصر کو حکم دیا کہ لوگوں کے وظائف میں زیادتی کرے، کسانوں کو آپ نے کئی ہزار دینار دیے چونکہ آپ کو دروغوں، معذوروں اور مجبوروں پر بہت رحم آتا تھا لہذا ان کی امداد کے لیے بھی آپ نے عطیہ دیے۔ آپ نے فقیروں کے لیے ایک ٹنگر خانہ بنایا اور حکم دیا کہ کھانا صرف مستحق لوگوں ہی کو دیا جائے۔

عمرؓ کو معلوم ہوا کہ آپ کے کسی بچے نے انگوٹھی بنوائی ہے اور اس کا نگینہ ہزار درہم میں خریدا ہے۔ آپ نے اسے چھٹی لکھی :  
 ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ہزار درہم میں ایک نگینہ خریدا ہے۔ اسے بیچ ڈال اور ہزار بھوکوں کو کھانا کھلا۔ ایک انگوٹھی تو ہے کی بنا کے اور اس پر لکھا ہے ”اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنے نفس کی قدر کو پہچانا“ (رحم اللہ امرأ عرف قدر نفسه)

### اشتر اکیت عمرؓ مثالی اشتر اکیت تھی :

عمرؓ بن عبد العزیز بڑے متقی انسان تھے، پوشیدہ اور اعلانیہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ اپنی بیوی سے کہا کرتے تھے ”اے فاطمہ! میں آگ سے ڈرتا ہوں اے فاطمہ! میں ڈرتا ہوں کہ اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو قیامت کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔“

آپ ایک مسلمان متقی حاکم تھے جس نے اسلامی تعلیم پر بغیر کسی تبدیلی، تحریف اور ظلم و جور کے عمل کیا بلکہ تھی کو ثابت کیا اور مظالم کو ٹوٹا یا۔ فقراء و مساکین کے ساتھ احسان کیا لہذا آپ کی حکومت اشتر کی حکومت کی بہترین مثال تھی جسے اسلام نے انسانی سعادت

اور اس کی خوشی عیش کے لیے جاری کیا تھا۔

## اسلام کی معنوی اشتراکیت :

اس محبوب مادی اشتراکیت کے ساتھ ساتھ، اسلام ایک معنوی اشتراکیت بھی لایا، جو مادی اشتراکیت سے کسی طرح بھی کم نہ تھی۔ اسلام کی مادی اشتراکیت کا مقصد مسلمانوں کے درمیان مالی امتیازات کو مٹانا تھا۔ یہی اسلام کی معنوی اشتراکیت وہ یہ تھی کہ اسلام نے اجتماعی تفرقہ بازی مٹادی۔ اسلام نے نماز فرض کی لہذا تمام مسلمان، امیر غریب اور حاکم و محکوم برابر برابر کھڑے ہو گئے کہ ایک ساتھ عیتام اور رکوع و سجود کرتے ہیں۔ اسلام نے انھیں بتا دیا کہ سب برابر ہیں، نیز جماعت، لازم کی لہذا امیر غریب اور حاکم و محکوم ایک مقام پر جمع ہو گئے کہ فقیر، امیر کے برابر کھڑا ہوتا ہے، بلکہ بھی فقیر، امیر سے آگے بڑھتا ہے اور پہلی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے اور امیر پچھلی صفوں میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس عمل سے ان کے دل متحد و متفق ہو گئے اور اجتماعی امتیازات باطل ہو گئے، اسلام نے انھیں بتا دیا کہ اللہ کے نزدیک سب برابر ہیں۔

اسلام نے روزہ فرض کیا، تمام مسلمان روزہ رکھتے ہیں خواہ امیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، لہذا امیر بھی بھوکے رہے جس طرح کہ فقیر بھوکے رہے، اس کا یہ اثر ہوا کہ امیروں کے دل غریبوں کے لیے گھل گئے، انھوں نے انھیں حدتات دیے، اس خیرات کی وجہ سے اجتماعی امتیازات و در ہو گئے۔

اسلام نے حج فرض کیا اور سبے ہوئے کپڑے اتار دینے کا حکم دیا لہذا تمام

مسلمانوں نے اپنے کپڑے اتار دیے خواہ امیر ہو یا غریب، حاکم ہو یا محکوم، سب نے  
احرام کے کپڑے پہن لیے، لہذا فقرے مٹ گئے اور سب کے سب برابر برابر خاجی  
بن گئے، نہ ان میں کوئی امتیاز تھا نہ ایک دوسرے پر فضیلت۔

زکوٰۃ، اسلام میں مادی اشتراکیت کا سبب بنی اور نماز، روزہ اور حج اسلام کی  
معنوی اشتراکیت کا سبب بنے۔

اسلامی مادی اشتراکیت فقر و فاقہ کو مٹانے میں کامیاب ہوئی جس طرح کہ اس  
کی معنوی اشتراکیت اجتماعی امتیازات کے مٹانے میں کامیاب رہی اور مساوات کی بنیاد  
میں قائم المرام رہی۔

یہ ہے اسلام کی سچی اشتراکیت، تو کیا کوئی جدید اقتضای مذہب اس کی ہمسری  
کا دعویٰ کر سکتا ہے اور اس حد تک پہنچ سکتا ہے جہاں تک وہ پہنچی، ہرگز نہیں، بعد  
ہرگز نہیں۔ کیونکہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کس طرح وحی آسمانی کا مقابلہ  
کر سکتے ہیں؟



سب کچھ ہنگامہ ہو گیا۔ کتابیں سستی ہو گئیں

## میری لائبریری

اردو میں کم خرچ کاغذی کتابوں (پاکٹ بکس) کا پہلا سلسلہ

”اگر ہم اب بھی کتابیں نہ خریدیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم کتابیں پڑھنا ہی

نہیں چاہتے۔“  
روزنامہ ”ڈان“ کراچی

”میری لائبریری اردو علم و ادب کی اشاعت میں گراں قدر حصہ لے گی۔“

روزنامہ پاکستان ٹائمز، لاہور

پاکستان میں یہ سلسلہ بہت پہلے شروع ہو جانا چاہیے تھا۔ دیر ہی سے یہی شکر  
کا مقام ہے کہ مجتنبہ بیاہنے کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قدم اٹھایا  
ہے اور اس کے لیے وہ جتنا بھی فخر کرے۔ کم ہے۔

ماہ نامہ ”داستان گو“ لاہور

سائز سے پانچ روپے

پہلی قیمت: ۱۲ روپے

چینے کی اہمیت

مصنف:

سن۔ یو۔ تانگ

زندگی کے خشک مسائل پر انٹی دلچسپ کتاب میری نظر سے آج تک نہیں گزری۔

علامہ نیاز فتح پوری، میر، انگار

تین روپے

بیٹے بول میں جاوے ہے پہلی قیمت: سات روپے

مصنف :  
ڈیل کاریگی

قرآن اور بائبل کو چھوڑ کر اس کتاب نے لوگوں کو سب سے زیادہ کامیابی بخشی ہے۔ قرآن اور بائبل کو چھوڑ کر یہ دنیا کی سب سے زیادہ مقبول کتاب ہے مختلف زبانوں میں ایک کروڑ پانچ لاکھ کاپیاں چکی ہیں۔

تین روپے

پریشان ہونا چھوڑیے پہلی قیمت: چھ روپے

مصنف :  
ڈیل کاریگی

ہماری مالی، جنسی، ذہنی اور روحانی پریشانیوں کے آزمودہ علاج۔

سوا دو روپے

گفتگو اور گفتیہ کا فن پہلی قیمت: پانچ روپے

مصنف :  
ڈیل کاریگی

اس کتاب کے مطالعے سے آپ کی باتیں لوگوں کا دل موہ لیا کریں گی۔

ڈاکٹر ماڈرن

زندگی اور عمل

مصنف :

روزمرہ زندگی کے مسائل کو عملی طور سے حل کرنے کے آسان راستے۔

قیمت : ڈیڑھ روپے

تین روپے

پہلی قیمت: چھ روپے

## عیارِ خاطر

مولانا

ابوالکلام آزاد

قدرت بیان کی بے ساختگی، فکر کے پیمانے کی بلندی، نظر کے معیار کی ارحمندی سے معمور خطوط کا مجموعہ ایک عظیم الشان انسان کی ذہنی زندگی کا روشن ترین عکس ہے۔

تین روپے

## تذکرہ

مولانا ابوالکلام آزاد

باطل کے خلاف حق کی طاقتوں کے زبردست جہاد کا تذکرہ۔ حق کے لیے لڑنے والوں کی ان مثالوں سے پڑھنے والوں کے دل مدتوں گرم رہیں گے۔ یہ مثالیں اندھیرے میں جگنوؤں کی طرح چمکتی رہیں گی۔

خاص میری لائبریری میں:

سواد و روپے

## حلال و حرام

مصنف:

عطاء اللہ پالوی

قرآن کے مطابق کھانے پینے اور فنونِ لطیفہ میں کیا حلال اور کیا حرام ہے۔ ایک روشن فکر مصنف کے قلم سے ایک اہم معاشرتی اور دینی مسئلے پر ایک انقلاب آفرین کتاب۔

خاص میری لائبریری میں:

تین روپے

## قلو پٹہ

مصنف:

آرٹھر ویگل

ملکہ معز، ملکہ جلال و جمال قلو پٹہ کی رنگین و سبکین زندگی کا حقیقت آفرین جائز "قلو پٹہ" — قدیم مصر اور قدیم روم کی انتہائی دلچسپ معاشرتی تاریخ ہے۔  
روزنامہ "امروز" لاہور

خاص میری لائبریری میں

# معلومات کا انسائیکلو پیڈیا

مصنف

علی ناصر زیدی

تین روپے

آپ کا گھر اب آپ کے ہمسایوں کی نسبت اس لیے بھی افضل سمجھا جائے گا کہ اس میں معلومات کا انسائیکلو پیڈیا جیسی اہم اور مفید کتاب موجود ہوگی۔ معلومات کی صحت اور وسعت سے آپ یقیناً اپنے ماحول میں ممتاز حیثیت حاصل کر سکتے ہیں۔ پانچ سو صفحات کی اس ضخیم اور بھرپور کتاب کی تیاری میں مرتب نے کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ناشر نے حتی الامکان قیمت کم رکھی ہے۔

## لہریں ○ حمایتیں ○ مزید جماعتیں ○ پرواز

ڈیڑھ روپیہ      تین روپے      تین روپے      ڈیڑھ روپیہ

اردو کے مشہور و مقبول ترین افسانہ نگار شفیق الرحمن کے ہنر سے مسکراتے افسانوں خاکوں کے یہ چار مجموعے اس بات کا ثبوت ہیں کہ شفیق الرحمن موجودہ دور میں شگفتہ اور صحت مند ماہر ادب کا بانی ہے۔

## سنگ و خشت ○ شیشہ و تیشہ ○ گردِ کارِ وال

ڈیڑھ روپیہ      ڈیڑھ روپیہ      ڈیڑھ روپیہ

کنجیا لال کپور کے طنز سے تیروں اور مزاح کی چھٹیوں سے معمور مضامین اور خاکوں کے یہ تین مجموعے ہماری معاشری، ادبی اور اخلاقی زندگی کو بے نقاب کرنے میں مثال نہیں لگاتے۔ کپور کے مضامین میں ظرافت سے زندگی سے گہما گہمی ہے۔

مصنف:

تین روپے

قرۃ العین حیدر

میرے بھی صنم خانے پہلی قیمت: چھ روپے  
قرۃ العین حیدر اردو میں ایک بالکل نئے اسلوب نگارش کی موجد ہیں۔ ان کا یہ ناول اردو کے چند بہترین ناولوں میں شمار ہوتا ہے۔

### دیوان غالب

میرا لائبریری میں اردو کے مقبول ترین شاعر کے اردو کلام دیوان غالب کا صحیح ترین نسخہ بے واغ طباعت کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ دس بیس روپے کی بجائے یہی نسخہ صرف سوا دو روپے میں مل جائے

ابوبکر خدیق اکبر ○ عمر فاروق اعظم  
ساتھ سے چار روپے آٹھ روپے

وینائے اسلام کے نامور مورخ محمد حسین بیگل کے قلم سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی مستند ترین اور انتہائی دلکش سوانح عمریاں تالیف اسلام سے چھپی رکھنے والوں کے لیے یہ کتابیں ناگزیر ہیں۔

مصنف:

سوا دو روپے

### خالد سیف اللہ

پہلی قیمت: پانچ روپے

الوزیدی شلبی

خدا کی تلوار، خالد سیف اللہ پر یہ کتاب حروفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

الہارون

الحسین  
ڈیڑ روپے

الزہرا  
ایک روپے

عمر ابوالنصر عربی کا نامور سوانح نگار ہے۔ الزہرا میں خاتونِ جنت بی بی فاطمہ کی جتنی جاگتی شخصیت اجاگر کی گئی ہے۔ الحسین، حضرت امام حسین کے حالات کا سب سے مستند تذکرہ ہے۔ الہارون عظیم ترین مسلمان بادشاہ ہارون الرشید کے دلچسپ ترین واقعات پر مبنی ہے۔ ان تینوں کتابوں میں مصنف نے تاریخ نویسی کا ایک نیا اور بزرگ معیار قائم کیا ہے۔

مصنف : علامہ شبلی نعمانی

## المأمون

سوا دو روپے  
پہلی قیمت اپنا کچھ روپے

شبلی نعمانی نے المأمون میں مأمون الرشید بن ہارون الرشید کے تمام کارنامے اچھے یا بُرے، نہایت خوبی اور بے انتہا خوش اسلوبی سے لکھے ہیں۔ انھوں نے دلچسپ واقعات کے ساتھ ساتھ مأمون کی پرائیویٹ زندگی، اس کے مشغلوں اور محفلوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس زمانے کی زندگی اور معاشرت کا نقشہ بھی کھینچ دیا ہے۔

سر سید

مصنف : دوادو السکا کینی

## رابعہ بصری

خاص میری لائبریری میں:

ڈیڑھ روپے

دنیائے تصوف کی مشہور ہستی رابعہ بصری کے نام سے ہر شخص واقف ہے اور دوادو بے بھی اس نام کو تکمیلی حیثیت حاصل ہے لیکن ان کے حالات کا علم ہزاروں سے ایک کو بھی نہیں اس لیے یہ کتاب صنف تاریخ و تذکرہ میں بڑا اچھا اضافہ ہے۔

نیاز فتح پوری

مصنف : احمد زکی

## عمر بن عبد العزیز

خاص میری لائبریری میں:

سوا روپے

بنو امیہ کے ایسے جلیل القدر فرزند کے حالات جس نے خلفائے راشدین کی یاد تازہ کر دی۔ ایک مختصر لیکن بھرپور کتاب۔

مصنف : انیس زکریا

## امیر معاویہ

خاص میری لائبریری میں:

سوا روپے

سلطنت بنو امیہ کے بانی، کاتب وحی، حضرت امیر معاویہ کی سیاست، افراسات اور طرز حکومت کا جائزہ۔ ایک منصفانہ کتاب۔

حضرت  
سید عقیق شاہی  
ابودر

عبدالحق

تالیف: عبدالحق سید جودۃ السکالہ

ترجمہ: عبدالحق سید صلام الزہری

مکتبہ جدیدہ لاہور